اس پوسٹ پر جب اپنا پہلا تبصرہ کیا، تو وہیں میں نے اس خدشہ کا اظہار کر دیا تھا کہ آخر الامر اس مباحثہ کا کیا انجام ہو گا

۔ جو کچھ میں نے لکھا پہلے ملاحظہ فرمائیں۔۔

Mohammad Hanif Saeen Baba
محترم کیا آپ میری رابنمائی اس آیت مبارکہ کی طرف کروا سکتے ھیں ، جہاں اللہ نے کہا ھو کہ ھم نے انسان کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا ۔۔۔ توجہ رھے میں مرد اور عورت کی بات کر رھا ھوں ، مذکر اور مونث کی بات نہیں کر رھا ۔ دراصل اس موضوع پر میں ایک تحقیق کر رھا ھوں ۔ اتفاقاً آپ کی پوسٹ پر نظر پڑی ۔۔۔ تو سوچا شاید آپ میری کچھ مدد کر سکیں ۔ اس کے بعد میں اپنی کچھ معلومات شیئر کروں گا ۔ مسیح علیہ سلام کے بن باپ کے پیدا ھونے کا عقیدہ نبی اکرمؐ سے پانچ سو سال پرانا تھا ۔ ایسے مضبوط عقیدہ کی موجودگی میں ، پورے قرآن میں ایک مخصوص اور واحد نبی کو ابن مریم کی تکرار کے ساتھ بیان کرنا ۔۔ اس عقیدہ کو رد کرتا ھے یا سپورٹ کرتا ھے میں یہ بات خالصتاً علمی دائرے میں کر رھا ھوں ۔۔برائے مہربانی اس پر علمی بات کی جائے ، کوئی فتوٰی نہ لگا دیا جائے ۔۔۔ سلامت رھیں
November 19 at 8:27pm · Like · 5

مذکورہ بالا تبصرے سے کوئی بھی منصف المزاج انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے کسی مخصوص عقیدہ کو تسلیم یا رد کیا ہے؟؟

فیس بک پر اپنی موجودگی کے اول دن سے آج تک میں نے ہمیشہ ایسے مباحثوں میں شرکت سے گریز کیا ہے جو تخریبی نتائج کا موجب بنتے ہیں وجہ ایک ہے کہ جب بھی کسی موضوع پر بات شروع ہوتی ہے، دو گروہ میدان میں اتر آتے ہیں۔ ایک موافقت میں، ایک مخالفت میں۔ اس کے بعد سارا زور صرف یہ رہ جاتا ہے کہ میرا موقف (اور عموماً وہ نظریہ یا موقف بھی خود اپنی تحقیق و جستجو کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ اپنے کسی سابق محترم بزرگ کا اپنا فہم دین ہوتا ہے) درست ثابت ہو جائے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے عموماً احباب تمام اخلاقی، علمی، دینی حدود کو فراموش کر دیتے ہیں۔

اب جس پوسٹ پر جس نظریہ کے حامی لوگوں کی اکثیریت ہوتی ہے، وہ سب ایک جتھے کی صورت، ایک دوسرے کے دلائل پر، خواہ وہ علم کی بارگاہ میں ناقص ترین ہی کیوں نہ ہوں، واہ واہ کا راگ کورس میں گانا شروع کر دیتے ہیں

۔ پھر ایک ایسا شور برپا ہو جاتا ہے، کہ الامان، الحفیظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اس کا نقد نتیجہ یہ کہ۔۔۔۔ علم و تحقیق دور

بہت دور ان بد نصیبوں کی حالت پر نوحہ کناں ہو کر ایک طرف ہو جاتا ہے۔اور قرآن کے الفاظ میں "یہ لوگ دوسروں کو دھوکہ نہیں دیتے بلکہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں"

پیدائش ووفات مسیح علیہ سلام کے حوالے سے میں، اپنے محترم بھائی یاور سعید صاحب کے نقطہ نظر کا حامی رہاہوں، کہ اگر اس ضمن میں ہم کچھ ثابت کر بھی لیں، تو اس سے ہماری جنت اور جہنم پر کیا اثر پڑتا ہے؟؟ یہ ہی وجہ ہے کہ اپنے بہت سارے دوستوں کے اصرار اور خواہش کے باوجود اس موضوع پر ہونے والے کسی مباحثہ میں، خاکسار نے کبھی شرکت نہیں کی۔

وفات مسیح علیہ سلام کے حوالے سے میرا ذہن بلکل واضح ہے کوئی ابہام نہیں ہے۔۔ لیکن پیدائش مسیح علیہ سلام کے حوالے سے میں گذشتہ 30 سالوں سے تحقیق کے مرحلے میں ہوں۔ اپنی کتاب "انفاق" جو انشاءاللہ اب شائع ہونے کے قریب ہے، اس میں خاکسار نے اپنی اور علامہ پرویزؒ کے درمیان بالمشافہ گفتگو میں اس موضوع پر ہونے والے مکالمے کو بیان کیا ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ میرے نزدیک پیدائش مسیح علیہ سلام کا سوال، ہنوز واضح نہیں ہے ۔چونکہ یہ سوال میرے لیے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہی نہ تھا، اور اس کی وجہ میں نے اوپر بیان کر دی ہے، اس لیے اس پر اتنی توجہ کبھی بھی نہ دی، جیسی دوسرے معاملات میں دیتا ہوں۔

جب برادر سائیں بابانے پوسٹ لگائی، تو اس پر محض ایک محقق کے نقطہ نظر سے میں نے تبصرہ کیا۔اور اس کے ساتھ درخواست کی کہ خدارہ کوئی فتویٰ نہ جاری کیا جائے، اور بات کو علمی انداز میں لیا جائے۔ حسب توقع، فتوے بھی لگا دیئے گئے، اور احباب نے اپنے اپنے مذہبی پیشواؤں کے عقائد و نظریات پیش کرنا شروع کر دیئے۔ چنانچہ خاکسار اس مباحثے سے الگ ہو گیا۔ گو کہ کچھ دوست آوازیں لگاتے رہے۔

لیکن چند دنوں سے میرے محترم دوستوں کی بڑی تعداد مجھ سے مسلسل سے یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ جو کچھ قرآن کے نام سے پیش کیا گیا ہے، کم از کم اس پر تبصرہ کرنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اور مجھے ان دلائل پر، جو قرآن کریم کے نام سے پیش کیے گئے ہیں، مناسب تبصرہ کرنا چاہیے۔

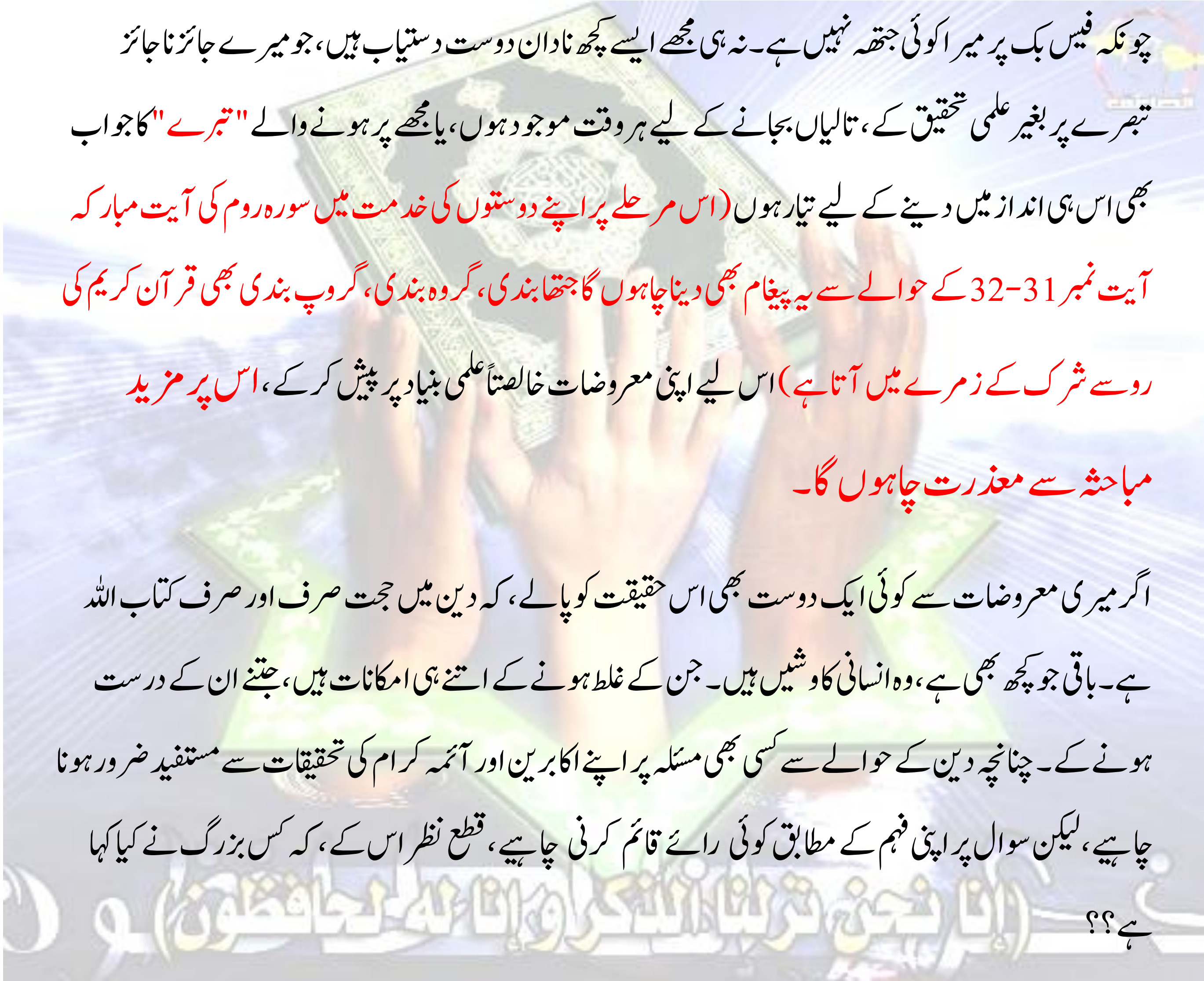

چونکہ فیس بک پر میرا کوئی جتھہ نہیں ہے۔ نہ ہی مجھے ایسے کچھ نادان دوست دستیاب ہیں، جو میرے جائز ناجائز تبصرے پر بغیر علمی تحقیق کے، تالیاں بجانے کے لیے ہر وقت موجود ہوں، یا مجھے پر ہونے والے "تبرے" کا جواب بھی اس ہی انداز میں دینے کے لیے تیار ہوں (اس مرحلے پر اپنے دوستوں کی خدمت میں سورہ روم کی آیت مبارکہ آیت نمبر 31-32 کے حوالے سے یہ پیغام بھی دینا چاہوں گا جتھابندی، گروہ بندی، گروپ بندی بھی قرآن کریم کی روسے شرک کے زمرے میں آتا ہے) اس لیے اپنی معروضات خالصتاً علمی بنیاد پر پیش کر کے، اس پر مزید مباحثہ سے معذرت چاہوں گا۔

اگر میری معروضات سے کوئی ایک دوست بھی اس حقیقت کو پالے، کہ دین میں حجت صرف اور صرف کتاب اللہ ہے۔ باقی جو کچھ بھی ہے، وہ انسانی کاوشیں ہیں۔ جن کے غلط ہونے کے اتنے ہی امکانات ہیں، جتنے ان کے درست ہونے کے۔ چنانچہ دین کے حوالے سے کسی بھی مسئلہ پر اپنے اکابرین اور آئمہ کرام کی تحقیقات سے مستفید ضرور ہونا چاہیے، لیکن سوال پر اپنی فہم کے مطابق کوئی رائے قائم کرنی چاہیے، قطع نظر اس کے، کہ کس بزرگ نے کیا کہا ہے؟؟

سب سے پہلے میں اپنے بھائی سائیں بابا کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کرنا چاہوں گا، کہ جب آپ اپنی کسی پوسٹ پر کسی کو تبصرے کے لیے مدعو کرتے ہیں، تو وہ تبصرہ نگار، آپ کی وال پر آپ کا مہمان ہوتا ہے۔ اور ایک اچھے میزبان کی حیثیت سے اس مہمان کی عزت اور اسکی توقیر آپ پر عائد ہوتی ہے۔ نقطہ نظر کے اختلاف کے باوجود

سب کو اعلیٰ انسانی اقدار، اور باہمی رواداری اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ لیکن اگر آپ کی وال پر کوئی شخصیت مسلسل آپ کو آرڈر جاری کر رہی ہو، کہ فلاں کو بلاک کر دو، فلاں تبصرہ ڈیلیٹ کر دو۔۔ اور پھر کچھ تبصرے ڈیلیٹ بھی کر دیے جائیں (ممکن ہے کہ وہ آپ نے اپنے مقرر کیے ہوئے معیار کے مطابق کئے ہوں) لیکن اس سے تاثر یہ ہی ابھرتا ہے کہ کسی کو آرڈر کرنے کا اختیار بھی ہے، اور آپ اس پر احتجاج کرنے کی بجائے عمل بھی کرتے ہیں ۔ میرے نقطہ نظر کے مطابق، یہ صحت مند عمل نہیں ہے۔

آپ نے اپنے تبصرے میں خاکسار کے حوالے سے یہ اطلاع دی۔۔

Saeen Baba محترمA.P صاھب آپ نے لکھا ہے:-" کلوننگ، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، سپرم بینک--------- کیا یہ سب ٹیکنالوجیز مسیحیی دور میں موجود تھیں؟؟ " --------------- اس کا جواب تو محمد حنیف صاحب ہی دینسکتے ہیں، جو مسیح علیہ السلام کی بن باپ پیدائش ثابت کرنے پر تُلے ہوئے ہیں ---------

کیا آپ میری راہنمائی فرمائیں گے کہ میرے کس تبصرے سے آپ نے یہ "فتویٰ" اس ناچیز پر جاری فرمادیا۔ جب بھی تفکر اور تدبر کا مرحلہ آتا ہے، تو اس کا پہلا قدم ہی، کیوں اور کیسے سے شروع ہوتا ہے۔ اگر کیوں اور کیسے کا مسئلہ نہ ہو، تو پھر مباحثہ کس بات پر۔ سوال کرنے کا مقصد، باہمی گفت وشنید کے ذریعے کسی حتمی نتیجہ پر پہنچنا ہوتا ہے ۔ دوران گفتگو، آپ کس طرح کسی پر ایسا کوئی فتویٰ صادر کر سکتے ہیں؟؟ اس پر غور ضرور کیجئے گا۔

اپنے دوسرے تبصرے میں آپ نے وہی بات کی ہے جو میرا نقطہ نظر ہے۔ ہمارے کچھ احباب، اور خود آپ نے قرآن کریم کی کچھ آیات مبارکہ لگا کر انہیں ایک قانون کے طور پر پیش کیا ہے، جو میرے نقطہ نظر کے مطابق، درست بات نہیں ہے۔ کسی آیت میں کچھ بیان ہونا اور بات ہے، اور اسے قانون کا درجہ دے کر ہر دوسرے مقام پر اس کا نفاذ کرنا، اور اس کے مطابق کسی نظریہ کو سند بخش دینا، یہ درست عمل نہیں ہے۔ اس ہی لیے میں نے قانون کے طور پر یہ سوال اٹھایا کہ "کیا قرآن میں کہیں اس بات کی پابندی ہے کہ بچہ، صرف اور صرف ایک مرد اور ایک

عورت کے جنسی اختلاط سے ہی جنم لے سکتا ہے" اگر ہم قدم بہ قدم اس طرح کے سوالات اور ان کے جوابات سے موضوع زیر بحث کو سمجھنے کی کوشش کرتے، تو کسی درست نتیجہ پر پہنچ سکتے تھے۔

لیکن یہ تو تب ہی ممکن ہو سکتا تھا نہ اگر کوئی تفکر اور تدبر کے مرحلے سے گزرنا چاہے۔ کوئی کچھ سیکھنا، یا سکھانا چاہے۔ جب مطمع نظر صرف اور صرف "کسی انسان کی مخصوص فہم دین" کو ہی ثابت کرنا ہو، تو پھر سوال جواب کی بجائے، صرف شور ہی ہوتا ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے، بعض لوگ تو ساری حدیں ہی پھلانگ جاتے ہیں۔ اس ضمن میں، میں ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا۔۔

ایک صاحب نے اپنا نظریہ ثابت کرنے کے لیے، ایک آیت قرآنی کی ایسی تحریف کی، کہ میری تو روح ہی کانپ گئی۔ اور اس وقت میں اپنا سر پیٹ کر رہ گیا، جب آپ سمیت کسی نے بھی اسے نہ روکا، نہ تنبیہ کی۔ حالانکہ برادر شبیر سیال صاحب، عربی زبان سے بھی واقف ہیں، اور ماشاء اللہ، قرآن کے طالب علم بھی ہیں (گو کہ میں ان کے انداز بیان، اور کچھ نظریات سے اختلاف رکھتا ہوں) لیکن بہر حال، وہ ایک سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ لیکن افسوس کہ انھوں نے بھی اس جرات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اس وقت تو میں حیران ہی رہ گیا، جب ایک اور صاحب نے ان کے پیش کردہ نقطہ نظر سے اتفاق کا برملا اعلان کیا۔

ان صاحب کی اس پوسٹ کو پیش کرنے سے پیشتر، میں اپنے سب محترم بھائیوں سے درخواست کروں گا، کہ احتیاط کریں، کسی ہم خیال دوست کی پیش کردہ معروضات پر بغیر تفکر و تدبر، اسے "لائیک" کرنا بھی، اس دوست کی معروضات سے اتفاق کرنا کہلائے گا۔ اور اگر وہ معروضات خلاف قرآن ہوں گی، تو یہ عمل تحریف قرآن کے زمرے میں آئے گا۔ مکافات عمل کا پہیہ تو ہر لمحہ جاری و ساری ہے۔ اور دانستہ تحریف قرآن کا جرم اللہ رب العزت

کی بارگاہ میں ناقابل معافی ہے۔چنانچہ براہ کرم،کسی بھی تبصرے پر "لائیک"کی سندلگانے سے پہلے ضروری تفکر وتدبر لازماً کرلیا کریں۔

قرآن کریم کی آیت میں من پسند تحریف۔۔

ایک اور آیت جس سے محصنٰت کا مطلب شادی شدہ عورت ہے۔

فاذا احصن فان اتین بفاحشہ فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب (سورہ النسا۔آیت25)
پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ ہوجائیں ،پھر اگر وہ بے حیائی کا کام کریں تو ان کو اس سزا سے نصف ہوگی جو شادی شدہ عورتوں پرہوتی ہے۔

ایک اور آیت۔۔ محصنٰت کے مطلب کی وضاحت کے لیے۔

والمحصنٰت من المومنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم۔۔۔(سورہ المائدہ۔آیت5)

اور منکوحہ مومن عورتیں اور تم سےقبل کے اہل کتاب کی منکوحہ عورتیں۔۔۔۔۔

ذرا غور فرمائیں۔۔سورہ مائدہ کی آیت مبارکہ 5،کا حوالہ ہے۔سب سے پہلے غور فرمائیں کیا یہ آیت مبارکہ پوری لگائی گئی ہے آپ حیران رہ جائیں گے کہ اپنا نظریہ ثابت کرنے کے لیے کس طرح،آیت قرآنی کو درمیان سے اچک کر، اس کے وہ معنی ومفہوم بیان کیے جارہے ہیں،جو سراسر تحریف قرآنی کے زمرے میں آتی ہے۔ہمارے ان دوست نے آیت مبارکہ 05 سورہ مائدہ کو درمیان سے اچک کر اس کا من مانا مفہوم بیان کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ "محصنت" کے معنی منکوحہ عورت کے ہوتے ہیں۔لیکن اس آیت مبارکہ میں تو بات منکوحہ عورت کی ہو ہی نہیں رہی۔اب اگر ہمارے یہ دوست اس آیت کو مکمل لگاتے تو ان کا مقصد ہی پورا نہیں ہوتا۔۔چنانچہ اس کے لیے یہ

حکمت عملی اختیار کی گئی کہ پہلے اس لفظ "محصنت" کا معنی صرف شوہر والی عورتیں متعین کر کے، آیت مذکورہ کو درمیان سے آپریشن کر کے، وہاں سے شروع کیا گیا، جہاں ان کا من مانا مفہوم ثابت ہو۔۔ دوبارہ توجہ کریں، کہ ہمارے یہ دوست اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ "محصنت" کے معنی منکوحہ عورت ہی ہوتے ہیں ۔ آیئے آیت مبارکہ کو پورا پڑھتے ہیں۔۔

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ [٥:٥]

آج تمہارے واسطے سب پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہیں حلال ہے اور تمہارا کھانا انہیں حلال ہے اور تمہارے لیے پاک دامن مسلمان عورتیں حلال ہیں اوران میں سے پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے جب ان کے مہر انہیں دے دوایسے حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو نہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے اور جو ایمان سے منکر ہوا تو اس کی محنت ضائع ہوئی اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا [احمد علی]

علامہ غلام احمد پرویزؒ نے اس آیت مبارکہ کے اس زیر بحث حصہ کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔۔

نیز اہل کتاب کے ہاں کا کھانا بھی تمہارے لیے حلال ہے بشرطیکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو، جو تمہارے یہاں حرام ہے، اور وہ تمہارے یہاں کا کھانا اپنے لیے جائز سمجھیں۔ کھانے پینے سے آگے بڑھ کر، ازدواجی زندگی کی طرف آو، تو تمہارے لیے مومن پاکدامن عورتیں، اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں، جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ،عقد نکاح میں لانے کے لیے جائز ہیں جب تم ان کا مہر ادا کر دو۔

ذرا غور فرمائیں۔۔ کتنی بڑی دانستہ تحریف قرآنی ہے۔یعنی یہ آیت مبارکہ تو بہت ہی واضح انداز میں اس بات کو بیان کر رہی ہے کہ مومن پاکدامن عورتیں، اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں، تم پر نکاح کے لیے حلال ہیں۔ ان کا مہر ادا کر کے، ان سے نکاح کر سکتے ہو۔۔۔ لیکن یہ کتنی بڑی جسارت ہے کہ کسی آیت قرآنی کو، اس کے سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے، اس کو درمیان سے اچک کر، اس کے من مانے معنی کر کے، اپنے ناقص نظریہ کو ثابت کیا جائے۔۔

یہ وہی آیت مبارکہ ہے جس کی روسے اہل کتاب کی عورتیں، مومنین پر جائز کی گئی ہیں۔ اور اس آیت ہی کی بنیاد پر، مسلمان اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں، اگرچہ اس نے اسلام بھی قبول نہ کیا ہو۔

میرا سوال ہے ان سب احباب سے، جو اس پوسٹ پر بزعم خود "ایک مخصوص انسانی فہم دین" کو ایک طے شدہ فیصلے کے طور پر لکھ رہے ہیں۔ سارے تبصرے پڑھ لیں، کہیں نظر آتا ہے کہ جناب یہ ایک نقطہ نظر ہے، اگر دلائل سے باطل ثابت ہو جائے، تو رجوع کر لیں گے۔ انداز بیان پر غور فرمالیں۔ سب کا ایک ہی انداز ہے کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہ ہی عین دین ہے۔ کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ لیکن کیا ان سب میں سے کسی دوست کو خوف خدا نہیں ہوا، کہ ان کا ہم خیال ایک ساتھی، قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ کو درمیان سے اچک کر، اس کو اپنا من پسند مفہوم دے کر کس طرح قرآن کریم میں ایک معنوی تحریف کر رہا ہے۔۔۔ کیا روز حشر آپ میں سے ان لوگوں سے جس نے "محصنت" کے اس من مانے ترجمہ کو درست مان کر اسے سند قبولیت بھی عطا کر دی، اللہ کریم کوئی سوال نہیں کرے گا؟؟؟

مُحْصَنَاتِ ----

اس لفظ کے حوالے سے علامہ غلام احمد پرویزؒ کی لغات قرآن سے ریفرنس پیش خدمت ہے۔

عربی زبان میں اس لفظ کے معنی شادی شدہ عورت نہیں، بلکہ پاکدامنی کے ہیں۔ عفت مآب کے ہیں۔ آبرو کو محفوظ رکھنے والی کے ہیں۔۔۔ وہ عورتیں جو شادی کرکے، اپنے شوہروں تک محدود ہوتی ہیں ، وہ بھی اس جہت سے "محصنات" کے زمرے میں آتی ہیں۔ اور وہ عورتیں، جن کی شادی نہیں ہوئی لیکن وہ پاک دامن ہوں، عفت مآب ہوں، قرآن انہیں بھی "محصنات" ہی کہتا ہے۔

یہ بلکل وہ ہی بات ہے، کہ ہر ماں، یا بیوی، ایک عورت ہوتی ہے۔۔ لیکن یہ لازم نہیں ہے کہ ہر عورت ماں، یا بیوی ہو ۔ غور فرمائیں۔

وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۚ فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنكُمْ ۚ وَأَن تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ [٤:٢٥]

اور تم میں سے جو کوئی (اتنی) استطاعت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے تو ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کرلے جو (شرعاً) تمہاری ملکیت میں ہیں، اور اللہ تمہارے ایمان (کی کیفیت) کو خوب جانتا ہے، تم (سب) ایک دوسرے کی جنس میں سے ہی ہو، پس ان (کنیزوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت کے ساتھ نکاح کرو اور انہیں ان کے مَہر حسبِ دستور ادا کرو درآنحالیکہ وہ (عفت قائم رکھتے ہوئے) قیدِ نکاح میں آنے والی ہوں نہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ درپردہ آشنائی کرنے والی ہوں، پس جب وہ نکاح کے حصار میں آجائیں پھر اگر بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی آدھی سزا لازم ہے جو آزاد (کنواری) عورتوں کے لئے (مقرر) ہے، یہ اجازت اس شخص کے لئے ہے جسے تم میں سے گناہ (کے ارتکاب) کا اندیشہ ہو، اور اگر تم صبر کرو تو (یہ) تمہارے حق میں بہتر ہے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، [طاہر القادری]

علامہ غلام احمد پرویزؒ نے اس آیت مبارکہ میں اس لفظ "محصنات" کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

اگر تم میں سے کسی میں اس کی استطاعت نہ ہو، کہ وہ آزاد مومن عورت سے شادی کرے، تو وہ کسی ایسی مومن عورت سے شادی کر لے جو کسی کی لونڈی ہو۔

عقل و شعور کی بنیاد پر ہی پرکھ لیں اس آیت مبارکہ کو۔ بتایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ جو مومن عورت سے شادی کی استطاعت نہ رکھتا ہو، وہ اس وقت معاشرے میں موجود ان لونڈیوں سے نکاح کر لے، جو ایمان لے آئی ہوں۔ اب مجھے بتایا جائے، اگر اس جگہ اس لفظ "محصنات" کا معنی شادی شدہ عورت کیا جائے، تو کیا اللہ ہمیں شادی شدہ مومن عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دے رہا ہے؟؟؟

خدا کا خوف کرو بھائی۔۔ اپنے عقائد کو ثابت کرنے کے لیے اتنی بڑی قرآنی تحریف؟؟؟

اور پھر اس پر واہ واہ کے ڈونگرے برسانے والے؟؟؟؟ اللہ اکبر

سورہ النور میں، اس لفظ "محصنات" کے ساتھ "ازدواج" کا لفظ لا کر اس لفظ "محصنات" کے ضمن میں ہمارے اس بھائی کے نقطہ نظر کی تو جڑ ہی کاٹ دی گئی ہے۔ فرمایا

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ [٢٤:٤]

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو تم انہیں (سزائے قذف کے طور پر) اسّی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ بدکردار ہیں، [طاہر القادری]

علامہ پرویزؒ نے اس آیت مبارکہ کا یہ مفہوم بیان کیا ہے۔

جب عصمت اس قدر متاع گراں بہا اور مستقل قدر ہے، تو اس کی حفاظت کے لیے، بڑی پختہ تدبیر کرنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں یہ حکم دیا جاتا ہے، کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، اور اپنے دعوے کے ثبوت میں چار گواہ نہ لائیں، انھیں اسی کوڑے مارو۔۔۔

اگر اس آیت مبارکہ میں اس لفظ "محصنات" کا معنی شادی شدہ عورت لیا جائے، تو کیا غیر شادی عورت پر تہمت لگانے کی اجازت ہے ؟؟؟؟ اور اس کی سزا کیا ہو گی ؟؟؟

اس کے بعد دوسری آیت میں فرمایا۔۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ [٢٤:٦]

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس سوائے اپنی ذات کے کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی بھی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ (وہ خود) چار مرتبہ اﷲ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (الزام لگانے میں) سچا ہے، [طاہر القادری]

مجھے بتایا جائے، کیا بیوی شادی شدہ عورت میں شمار نہیں ہوتی ؟؟ اگر اس سے پہلے والی آیت مبارکہ میں "محصنات" سے مراد شادی شدہ عورت ہے، تو پھر یہ جرم کوئی بھی شادی شدہ عورت کرے، سزا اور اس کے نفاذ کا طریقہ مختلف کیسے ہو سکتا ہے ؟؟

دراصل اس لفظ کا مادہ "ح ص ن" ہے۔ جس کے معنی محفوظ رکھنا، حفاظت کرنا ہے۔ ایک شادی شدہ عورت، جب اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے جسمانی تعلقات نہیں رکھتی، تو وہ بھی اپنی عصمت کی حفاظت کر رہی ہوتی ہے۔ بلکل اس طرح جب کوئی غیر شادی شدہ عورت اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرتی ہے۔ چنانچہ ان تمام عورتوں کو جن کی شادی ہو گئی ہو یا وہ کنواری ہوں، اگر انہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے، تو انہیں قرآن "محصنات" کہتا ہے۔

اگر کسی عورت کے نام کے ساتھ "محصنات" کا لفظ آئے، تو اس کے لازماً معنی شادی شدہ ہر گز نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد پاک دامن، اپنی عفت اور عصمت کی حفاظت کرنے والی عورت ہے

جہاں تک "عیسیٰ ابن مریم" کے الفاظ کی تکرار ہے۔ تو اس حوالے سے ہمارے ساتھیوں نے محض "ایک بزرگ کے خیالات" کو ہی بطور سند استعمال کیا ہے۔ جسے یہ ساتھی ثابت نہیں کر سکتے۔ ایک استدلال یہ پیش کیا گیا کہ جی وہ مریم صادقہ ایک بہت ہی مشہور و معروف خاتون تھیں۔ اس وجہ سے اللہ نے اپنے نبی کے نام کے ساتھ ان کا حوالہ بتکرار بیان کیا ہے۔۔ کاش میرے یہ احباب کبھی اپنی فہم سے، اپنے ذہن کو کسی مخصوص عقیدہ کو خارج کر کے اس دلیل پر سوچیں۔ تو بخدا انھیں خود اپنے استدلال پر ہنسی آئے گی۔ سب سے پہلے تو یہ غور طلب بات ہے کہ سارے قرآن میں، جتنے بھی انبیاء علیہ سلام کا ذکر ہے، کیا اللہ کو ان کے حسب نسب بیان کرنے کی کوئی ضرورت محسوس ہوئی؟؟ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر، اپنے رب کو گواہ بنا کر بتائیں، کبھی کسی مسلمان کے ذہن میں لمحہ بھر کے لیے یہ سوچ بھی آئی کہ جناب چونکہ اللہ نے ان انبیاء علیہ سلام کے ماں یا باپ کا ذکر نہیں کیا ہے اس لیے، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ یہ سارے کے سارے انبیاء علیہ سلام بن ماں یا بن باپ کے ہیں؟؟ کسی کے ذہن میں یہ مکروہ خیال نہیں آتا۔ اب اگر اس ہی طرح اللہ پاک حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو بھی سب پیغمبروں کی طرح، صرف عیسیٰ کہہ کر ہی مخاطب کرتے، تو بتائیں کس کو اعتراض ہوتا؟؟ بلکہ یہ تو بلکل روٹین کی بات سمجھی جاتی کہ قرآن میں شروع ہی سے ایسا ہی ہوتا آرہا ہے۔ انوکھی تو تب ہی محسوس ہوئی ہے کہ جب ایک مخصوص نبی کے ساتھ ایک اسپیشل عمل کیا گیا۔ اور ایک ایسے وقت میں کہ جب ایک عقیدہ اپنی پوری شدت کے ساتھ موجود تھا کہ حضرت مسیح باپ کے پیدا ہوگئے۔۔

حضرت ابراہیم علیہ سلام، کیا مریم صادقہ سے کم مشہور تھے؟؟ کیا مرتبہ تھا اس عظیم الشان پیغمبر کا۔۔ لیکن کیوں کہیں نہیں کہا گیا، اسحق ابن ابراہیم۔۔ اسمٰعیل ابن ابراہیم۔۔

دوسری بات مریم صادقہ اتنی مشہور تھیں کہ سارے قرآن میں عیسیٰ ابن مریم کی تکرار کی گئی۔۔ لیکن خود ان کا اپنا یہ عالم ہے کہ قرآن میں کبھی انہیں، بنت عمران کہہ کر پکارا گیا۔۔ اور کبھی اخت ہارون کہہ کر بلایا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو تو ہر مومن جانتا ہے۔ ان کے تعارف کے لیے یہ ہی کافی تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن مریم صادقہ کو بنت عمران، اور اخت ہارون کہہ کر بلانے کا کیا مقصد ہے ؟؟ ہم میں سے کتنے ہیں جو جناب عمران، یا جناب ہارون سے واقف ہیں ؟؟ اگر اللہ ہمیں یہ کہتا، کہ یہ ہارون ہیں، مریم صادقہ کے بھائی، یہ عمران ہیں، مریم صادقہ کے والد۔۔ تو یہ بات عقل کے مطابق ہے کہ ہم مریم صادقہ کو جانتے ہیں کہ وہ ہمارے ایک نبی کی والدہ محترمہ ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بتایا جائے کہ دیکھو یہ مریم وہ ہیں جو عمران کی بیٹی ہیں، ہارون کی بہن ہیں۔۔ چہ معنی دارد ؟؟؟؟؟

ایک طفلانہ دلیل یہ بھی پیش کی گئی کہ جناب ام موسیٰ کا ذکر ہے ان کے والد کا نہیں۔۔ بخدا ہنسی آگئی۔ بھائی یہ ہی تو میں کہہ رہا ہوں نبی کی اپنی ذات اپنے آپ میں ایک معتبر، اور مستند حوالہ ہوتی ہے۔ اسے کسی کے تعارف کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ ایک گدھا گاڑی چلانے والے کے لیے یہ حوالہ دینا کہ جی وزیر اعظم میرا کزن ہے، اس کی قدر و منزلت میں اضافہ کا باعث ہو گا۔ لیکن ایک وزیر اعظم کے لیے اس گدھا گاڑی چلانے والے کے ساتھ رشتہ داری، کسی تفاخر کی بات نہیں ہے۔ جب اللہ کہہ رہا ہے، ام موسیٰ تو ان کی والدہ محترمہ کو ایک نبی سے نسبت کی بناء پر ایک تعارف ملا۔ یہ بات تو عقل کے عین مطابق ہے۔ لیکن ایک عظیم الشان نبی کو ایک عورت کے ریفرنس سے متعارف کروانا۔ میرے نزدیک کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ ہماری فکر و نظر کو دعوت تدبر دیتی ہے۔ اگر ہم اس معاملے کو کسی محترم بڑے کی نظر سے دیکھنے کی بجائے، اپنی فہم سے سمجھنے کی کوشش کریں، تو ممکن ہے کہ ہم کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔۔

اس مقام پر ایک آیت مبارکہ پیش کر رہا ہوں۔۔ فرمایا

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ [۲۱:۹۱]

اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہان کے لیے نشانی بنایا[احمد علی]

علامہ پرویزؒ نے اس آیت مبارکہ کا مفہوم اس طرح متعین کیا ہے۔

اور ان کے ساتھ ہی اس عفت مآب خاتون کا معاملہ بھی یاد کرو۔ جسے ہم نے (یہودیوں کی خود ساختہ شریعت کے علی الرغم) عیسیٰ جیسا بیٹا عطا فرمایا۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ [۶۶:۱۲]

اور عمران کی بیٹی مریمؑ کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی، پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی، اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی[ابوالاعلی مودودی]

علامہ پرویزؒ نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے۔

اور تیسری مثال عمران کی بیٹی مریم کی ہے۔ اس نے خانقاہیت کے اس گھناونے ماحول میں، جہاں ہر گرگ کو برّہ معصوم کی تلاش رہتی ہے، اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔

اس مقام پر میں بڑی ایمانداری سے اس بات کا دوبارہ اقرار کرتا ہوں کہ، پیدائش مسیح علیہ سلام کے حوالے سے میں ابھی تک تحقیق کے مرحلے میں ہوں۔ جو دلائل میں دے رہا ہوں، یہ میری ابتدائی تحقیق کا حصہ ہیں۔ جن پر مزید تفکر اور تدبر کی ضرورت تھی۔ لیکن افسوس آپ دوستوں کے نزدیک تو بس اپنا نظریہ ہی ثابت کرنا تھا، سو کسی صحتمند مکالمے کی بجائے، فتوے ہی آنا شروع ہو گئے، اور ظاہر ہے میں ٹھہرا، غزہ کا ایک کمزور فلسطینی۔۔۔۔۔کسی گولہ باری کا

متحمل ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ سو ایک طرف ہو گیا۔ لیکن کیا کسی دوست نے اس حقیقت پر غور فرمایا۔ کہ آیات بالا، میں اس لفظ "احصنت" کے ساتھ، "فرجھا" کا استعمال ہوا ہے۔ غور کریں، جب اس لفظ "احصن" کا معنی ہمارے دوست شادی شدہ کرتے ہیں، تو پھر اس کے ساتھ اس لفظ "فرج" کی کیا افادیت تھی؟؟

میں اس مرحلہ پر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا، جب تک میں اپنے پورے یقین و وجدان سے درست نتیجہ اخذ نہ کر لوں۔۔

اس جگہ، اس ہی پوسٹ پر موجود ایک تبصرہ، جسے شاید آپ میں سے کسی نے درخورد اعتنا نہیں سمجھا۔ علم و معرفت کے وسیع معنی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔۔ ملاحظہ فرمائیں۔

Malik Faisal Aslam میرے بھائی سائیں بابا! ۔
اگر تو آپ کا پورے اخلاص کے ساتھ سوال یہ ھے کہ مسیح علیہ السلام کو بن باپ کے بیٹا مان لینے سے عیسائی عقیدہ کی تصدیق ھوتی ھے کہ وہ اللہ کا بیٹا ھے۔
تو بھائی ایسا نہیں ھوتا۔
ایک بات تو بالکل طے ھے کہ مسیح علیہ السلام کو آپ بن باپ کے مانیں یا نہ مانیں وہ اللہ کا بیٹا نہیں ھیں۔
گر کوئی یہ مانتا ھے کہ اللہ قادر مطلق ھے اور اس کا ایک قانون ھے جس کے تحت وہ اس کائنات کے ساتھ معاملہ کرتا ھے۔ اس قانون کو عرف میں سنتِ الہیہ سے تعبیر کیا جاتا ھے۔
اسی قانون کے تحت بے شمار الہی معاملات ھماری عادت ھو چکے ھیں۔ مثلاّ دن ھوتا ھے رات ھوتی ھے اور اس شب و روز میں بے شمار حادثات رونما ھوتے ھیں وہ سب اللہ کے قانون کے عین مطابق ھوتے ھیں اور ھماری عادت کا حصہ ھیں۔ اگر کبھی کوئی واقعہ خرقِ عادت رونما ھو جائے تو اس کو ھم اللہ کا معجزہ کہتے ھیں۔ مثلا ھم مشاھدہ کرتے ھیں کہ سورج مشرق سے طلوع ھوتا ھے اور ھم سیکڑوں ھزاروں سال سے یہ مشاھدہ کر رھے ھیں۔ اگر کل سورج مغرب سے طلوع ھو جاے تو وہ خرقِ عادت واقعہ ھو گا۔اور معجزہ کہلاۓ گا۔
میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا ھوں کہ وہ واقعہ ھمارے لیے خرقِ عادت ھے۔ مگر اللہ کے یہاں وہ بھی اس کے قانون کے مطابق ھی عمل پزیر ھوتا ھے۔ یعنی کوئی معجزہ رونما کرنے کے لیے اللہ کو اپنے قاتون کو توڑنے کی ضرورت ھر گز نہیں ھوتی۔ وہ معجزہ بھی اللہ کے قانون کے مطابق یعنی سنت الیہہ کے تحت ھی ھوتا ھے۔

ذرا غور تو فرمائیں کیا کہہ گیا ہے یہ انسان۔۔ بخدا میری تو ان سے اس فیس بک پر کوئی سلام دعا ہی نہیں۔ لیکن بات کتنی عالی شان بات کر دی ہے ان محترم نے۔۔ اور اس کے بعد آخری بات جو کہی وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

> اب رهی بات کہ یہ واقعہ هوا هے یا نهیں۔ قرآن اور قدیم صحائف بالکل واضح هیں کہ ایسا معجزہ اللہ کی قدرت سے رونما هوا هے۔اور اگر آپ کو هماری بات سے اطمنان هو جاتا هے۔ تو بغیر کسی انانیت کے اس کو ایک قبول فرما لیں۔
> لیکن اگر قرآن کی آیات سے آپ دیانتداری سے یہ سمجھتے هیں کہ ایسا نهیں هوا تو کوئی حرج نهیں۔ اللہ آپ کی نیّت سے بهی واقف هے۔ آپ نے پوری دیانتداری سے کوشش کی مگر آپ کو یہی مفهوم صحیح لگا کہ ایسا نهیں هوا تو کوئی بات نهیں آپ اس پر مطمئن رهئیے۔
> اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے!
> November 20 at 5:35pm · Like · 1

ممکن ہے کہ میں اپنے اس بھائی کے تمام نکات سے متفق نہ ہوں۔ لیکن وہ اصول جو سب کے سمجھنے کے لیے لازم ہے اسے سامنے آنا چاہیے۔ کہ اللہ کا کوئی بھی کام، بغیر اس کے اذن اور قانون کے نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کام جو ہمارے سامنے پہلی بار ہو، تو ممکن ہے کہ وہ ہمارے فہم کے مطابق، خلاف قانون ہو، لیکن اللہ کبھی اپنے قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ سو جو قانون ہوگا، وہی ہوگا۔ اور پورے قرآن میں کہیں بھی اللہ نے یہ نہیں کہا کہ عورت اور مرد کے جنسی اختلاط کے بغیر بچہ نہیں ہو سکتا۔ ہمیں اپنے ذہن کو کسی بھی عقیدہ سے پاک کرکے، اس موضوع پر اپنی فہم کے مطابق، غور کرنا چاہیے۔

ایک اور دوست نے اپنی فہم سے اس موضوع پر اظہار خیال کیا۔ انہوں نے میری معروضات کے حوالے سے وہی پرانی باتیں دوہرائیں۔ کاش کہ وہ "ایک مخصوص انسانی فہم دین" کے بجائے کچھ اپنے طور پر سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے۔ جو کچھ انہوں نے پیش کیا، یہ تو مدت سے کہا جارہا ہے۔ لیکن سب کچھ ایک انسانی تحقیق کی بنیاد پر کہا جارہا ہے۔ جس کا بنیادی نقطہ "ہیکل" اور اس کا ماحول ہے۔ جہاں ایک نن ساری عمر شادی نہیں کرتی۔ اور مریم صادقہ کے حوالے سے یہ کہا جارہا ہے کہ انہوں نے "ہیکل" کے رسم ورواج سے بغاوت کی۔ اب اگر یہ تحقیق ہی قرآن کریم سے مسترد قرار پائے، تو پھر یہ ساری عمارت دھڑام سے نیچے آگرے گی۔

ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔۔۔۔

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [۳:۳۵]

(وہ اُس وقت سن رہا تھا) جب عمران کی عورت کہہ رہی تھی کہ، "میرے پروردگار! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہو گا میری اس پیشکش کو قبول فرما تو سننے اور جاننے والا ہے" [ابوالاعلی مودودی]

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ [۳:۳٦]

جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور جو کچھ ان کے ہاں پیدا ہوا تھا خدا کو خوب معلوم تھا تو کہنے لگیں کہ پروردگار! میرے تو لڑکی ہوئی ہے اور (نذر کے لیے) لڑکا (موزوں تھا کہ وہ) لڑکی کی طرح (ناتواں) نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں [فتح محمد جالندہری]

اس آیت مبارکہ کے آخری الفاظ پر غور فرمائیں۔ کہا کہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے۔ اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

ذرا غور فرمائیں۔ مریم صادقہ کی ماں یہ بات اپنے رب سے کر رہی ہے۔ کہ میں اپنی بیٹی مریم کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ اب مجھے بتایا جائے، کہ اگر اس وقت شادی کرنا، اس وقت کے قانون "ہیکل" کے خلاف تھا۔ گناہ تھا۔۔

تو یہ ام مریم، کس اولاد کی بات کر رہی تھیں؟؟ جب مریم کی شادی کا تصور ہی نہ تھا۔ تو بچے کس طرح ہو سکتے تھے؟؟

چنانچہ یہ آیت مبارکہ "ہیکل" کے حوالے سے اس نام نہاد کہانی کو رد کرتی ہے کہ جی اس وقت "نن"، چونکہ شادی نہیں کر سکتی تھی اور چونکہ مریم صادقہ نے "ہیکل" کے اس قانون سے بغاوت کی، اس لیے وہ اتنی مشہور ہو گئیں ۔اس مقام پر ایک اور چشم کشا حقیقت کو بھی سامنے لانے کی کوشش کروں گا۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [۳:۳۷]

آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول فرما لیا، اُسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا اور زکریاؑ کو اس کا سرپرست بنا دیا زکریاؑ جب کبھی اس کے پاس محراب میں جاتا تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتا پوچھتا مریمؑ! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی اللہ کے پاس سے آیا ہے، اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے [ابوالاعلی مودودی]

علامہ پرویزؒ نے اس آیت مبارکہ کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے۔

سو اس کے رب نے اس کی منت کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ اور مریم کی پرورش کا نہایت عمدہ انتظام کر دیا۔ یعنی اسے ذکریا علیہ سلام جیسے نیک انسان کی کفالت میں دے دیا۔ مفہوم القرآن از علامہ غلام احمد پرویزؒ

آیت بالا سے یہ بات طے ہوتی ہے کہ یہ وہ دور ہے جب اللہ کا ایک نبی وہاں موجود ہے۔ اور اس محترم ہستی مریم صادقہ کی پرورش ان کے ذمہ تھی۔ اب ذرا غور فرمائیں۔ محترم پرویزؒ نے اس وقت بائبل کے بتائے ہوئے واقعات اور غیر مستند تاریخ سے "ہیکل" کے ماحول، وہاں کی شریعت، وہاں کے قوانین وغیرہ کے حوالے سے جو تحقیق پیش کی ہیں، اگر انہیں حرف بہ حرف ویسا ہی مان لیا جائے، تو مجھے بتایا جائے، کہ اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر کے کردار کے حوالے سے کیا کیا سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

مجھے بتایا جائے، کہ اللہ کا نبی کسی قوم پر کیوں آتا ہے؟؟ وہ کیا کرتا ہے؟؟

کیا اس کا یہ ہی کردار ہوتا ہے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اللہ کی عبادت گاہوں میں ایسے انسان سوز کام ہو رہے ہوں، اور وہ نبی اس کا حصہ بن جائے؟؟

وہ اس ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کے بجائے اس ماحول کا حصہ بن جائے؟؟

کیا یہ بات کسی طرح قابل قبول ہے؟؟

اللہ کا نبی، اپنے رب کے عطا کئے ہوئے قوانین کے عملی نفاذ کے لیے اپنے لوگوں میں آتا ہے۔ وہ اپنی قوم میں موجود سارے غیر دینی عقائد و نظریات کے خلاف جنگ کرتا ہے۔ یا تو وہ اس جنگ میں کامیاب ہوتا ہے، یا پھر اپنی زندگی قربان کر دیتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا ایک نبی موجود ہو، اور اس کے سامنے قوانین خداوندی کی خلاف ورزی ہو رہی ہو۔ اور وہ خاموشی سے اس نظام کا حصہ بن کر کام کر تا رہے؟؟

میرا خیال ہے کہ اس سے بڑی توہین رسالت ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت ذکریا علیہ سلام کی وہاں موجودگی، اتنی سہولت کے ساتھ وہاں کے لوگوں کے ساتھ رہائش، اس بات کی غماز ہے کہ اس وقت وہاں کوئی بھی ایسی سرگرمی نہیں ہو رہی تھی جو منشاءربی کے خلاف ہو۔

پیغمبر کسی بھی صورت اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ وہ ایسے ماحول میں رہ ہی نہیں سکتا۔

اگر اس وقت وہاں "ہیکل" کے یہ ہی واقعات تھے، جیسے علامہ پرویزؒ نے بیان کیے ہیں، تو پھر بغاوت تو اللہ کے نبی کو کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن وہ تو وہاں بڑے سکون کے ساتھ مریم صادقہ کی پرورش کر رہے تھے۔ گویا کہ اللہ کریم نے انہیں منصب نبوت سے محض اس لیے سرفراز فرمایا، تاکہ وہ مریم صادقہ کی پرورش کر سکیں۔

اس مقام پر میں علامہ پرویزؒ کی کتاب " شعلہ مستور " کے کچھ صفحات پیش کر رہا ہوں۔۔ انہیں غیر جانبدار ہو کر پڑھیں ۔اس پر غور فرمائیں۔ اور پھر غور کریں کہ اللہ کے ایک پیغمبر کے حوالے سے کیا تصویر سامنے آتی ہے۔۔

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ کا نبی اپنے وقت میں موجود تمام انسانوں کے مقابلے میں ایک بلند مقام کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اپنی قوم کا ایک نمایاں انسان ہوتا ہے۔ وہ اپنے رب کا مخلص ترین بندہ ہوتا ہے۔ اس ہی اخلاص کی بناء پر، اس پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔

نبی اپنے دور کے لوگوں کی فرمائش پر نہیں چلتا۔ بلکہ انہیں درست اور غلط کی راہنمائی عطا کرتا ہے۔ وہ اپنی قوم کا تزکیہ کرتا ہے۔ انہیں دین وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ایک ایسی جماعت تیار کرتا ہے جو آخر الامر دین خداوندی کے تمکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔

" شعلہ مستور " کے ان صفحات کو پڑھیے جہاں ان آیات مبارکہ کے مفہوم سے کیا صورت سامنے آ رہی ہے۔ کہ اللہ کا ایک نبی اول دن سے مریم صادقہ کے حوالے سے شک وشبہ کا شکار نظر آتا ہے۔

وہ اس سے بار بار مختلف اشیاء کے حوالے سے سوالات کرتا ہے ذرا غور فرمائیں۔ اللہ کا نبی اور اتنا غافل۔ اس کا رب اس کی کوئی راہنمائی نہیں کرتا۔ غور سے پڑھیں " شعلہ مستور " کے ان صفحات کو تو آپ کو اللہ کے نبی کا کردار محض ایک " تماشائی " (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ) کا نظر آئے گا۔۔

جو اس وقت بھی کچھ نہ کر سکا جب مریم کی پرورش کر رہا تھا۔ اس وقت بھی معاذ اللہ ناکام ہو گیا، جب " ہیکل " کے پجاریوں کی للچائی ہوئی نظریں جوان مریم کی جانب تھیں۔ اور بالآخر اس جوان، شریف لڑکی کو اس " ہیکل " کی زندگی سے نجات حاصل کرنے کے لیے، وہاں سے نکلنا پڑا۔ اور وقت کا نبی معاذ اللہ، بس چائے پیتا رہ گیا۔۔

اللہ مجھے معاف کرے، میں اس کیفیت کو اس جملے کے بغیر سمجھا نہیں سکتا تھا۔

اس ہی لیے کہہ رہا ہوں میرے بھائیو۔۔۔ تحقیق، مسلسل تحقیق۔۔۔ اللہ کی کتاب کی راہنمائی میں۔۔ اپنے ذہن و دل کو کسی خاص نظریہ کا اسیر بنائے بغیر۔۔ صرف اللہ کی کتاب سے تحقیق، نہ کہ کسی منحرف شدہ سابقہ آسمانی کتاب بائیبل کے فتاوے۔۔۔۔ اللہ ہماری راہنمائی فرمائے۔

میں نے اپنی پہلی معروضات میں قرآن کریم کی دو آیات مبارکہ پیش کی تھیں۔ ان پر اپنا نقطہ نظر بیان کیا تھا۔ میرا مقصد ان آیات مبارکہ کو پیش کرنے سے صرف یہ تھا، کہ جو کچھ اس میں بیان ہو رہا ہے، وہ اس وقت کا واقعہ تو ہو سکتا ہے، لیکن جس طرح احباب اس خاص وقت کے واقعہ کو قانون خداوندی بنا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ساری دنیا پر نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔ اس آیات کو اگر ہم قانون خداوندی مان لیں، تو پھر تحقیق ہو ہی نہیں سکتی۔۔ میں نے ایک آیت مبارکہ پیش کی۔۔

بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ [٦:١٠١]

وہی آسمانوں اور زمینوں کا مُوجِد ہے، بھلا اس کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی بیوی (ہی) نہیں ہے، اور اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے، [طاہر القادری]

اس آیت مبارکہ کو پیش کر کے، میں نے یہ سوال اٹھایا کہ اس آیت مبارکہ میں اس لفظ "صاحبہ" کے معنی بیوی کے مناسب نہیں ہیں۔ عربی زبان میں اس لفظ "صاحبہ" کا مادہ "ص ح ب" ہے۔ اس کے معنی "رفیق" کے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اپنے حقیقی معنوں میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ اصحاب کہف، اصحاب النار ۔۔ ہماری روزمرہ کی باتوں میں ہم صحابہ کرام مسلسل استعمال کرتے ہیں۔ اس ہی طرح یہ لفظ صاحبہ بھی متعدد مقامات پر

استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی "رفیق" ہوتا ہے۔ ایسا ساتھی، جو عرصہ تک ساتھ چلے۔۔ چونکہ بیوی بھی طویل عرصہ ساتھ نبھانے والی ساتھی ہوتی ہے۔ اس جہت سے بیوی کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ لیکن ایک طرح کے الفاظ جب انسان کے ضمن میں بولے جاتے ہیں، تو ان کے اپنے معنی و مفہوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہی الفاظ اللہ کے لیے بولے جائیں تو ان کے اپنے الگ معنی و مفہوم ہوں گے۔۔ ایک آیت مبارکہ ہے۔۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ [۲:۱۵۲]

اگر تم نے اس قانون خداوندی کو اپنے پیش نظر رکھا، تو خدا تمہارے حقوق کی حفاظت کرے گا۔ اور تمہیں شرف و عظمت عطا فرمائے گا۔ مفہوم القرآن از علامہ پرویزؒ

غور فرمائیں۔ ایک جیسے الفاظ ہیں۔ ایک انسان کا ذکر ہے۔۔ دوسرا اللہ کا ذکر ہے۔ انسان کا ذکر قانون خداوندی کی اطاعت ہے۔ اور رب کریم کا ذکر اپنے فرمابردار بندوں کو شرف و عظمت سے نوازنا ہے۔

یہی وہ بات ہے جو میں سامنے لانا چاہ رہا تھا۔ کہ سورہ انعام کی اس آیت مبارکہ کو آپ ایک قانون کے طور پر پوری کائنات پر محیط نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ قانون نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کریم کی طرف سے اپنے وحدہ لاشریک ہونے کا بیان ہے۔ میں نے اپنی دلیل پیش کی کہ اگر اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یہی ہو کہ اللہ کے یہاں اولاد کیسے ہو سکتی ہے، جب کہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں۔۔ اگر اس آیت مبارکہ کو قانون مان لیا جائے، تو یہ بات عملاً غلط ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بچے بیوی نہیں، عورت پیدا کرتی ہے۔ اگر قرآن یہ کہے کہ بچے بیوی پیدا کرتی ہے، تو جو بیوی نہ ہو اس کے یہاں بچے نہیں ہونے چاہیے۔ لیکن مشاہدے کی کسوٹی پر یہ بات باطل ثابت ہوتی ہے کہ بچے صرف بیوی ہی پیدا کر سکتی ہے۔ کیونکہ ایسے بے شمار واقعات سامنے ہیں، جہاں بغیر شادی کے بچے پیدا ہو جاتے ہیں اب وہ عورت جو شادی کے بغیر کسی کے بچے کی ماں بن گئی، وہ اس مرد کی بیوی تو نہیں کہلا سکتی۔

میری فہم کے مطابق، اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ، اللہ ان دنیاوی رشتوں سے پاک ہے۔ نہ اس نے کسی کو پیدا کیا، نہ کسی نے اسے پیدا کیا۔ نہ اس کا بیٹا ہے، نہ ساتھی۔

اب ہمارے محترم دوست نے اس پر اپنا تبصرہ اس طرح کیا۔۔

أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ
بھلا اس کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی بیوی (ہی) نہیں ہے،--- ترجمہ طاھر القادری صاحب---
اس آیت سے واضح کیا کہ اگر بالفرض میرا بیٹا ھو تو مجھے بھی اسی قانون کے مطابق سب کچھ کرنا پڑے گا--- لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا----
قرآن یہ الفاظ کیوں نہ لکھے وہ کیوں نہ لکھے!!!! یہ تو کفار والے مطالبے ھی جیسے یہ وحی نہ ھوئی کوئی فرمائشی پروگرام چل رھا ھے!!!
اللہ مرد تب ثابت ھوتا اگر نسا وغیرہ کا لفظ ھوتا، صاحبہ کا لفظ ، یعنی ساتھی اس بات کی غمازی بھی کرتا ھے کہ جس طرح صدیق اکبر کے لئے صاحب کا لفظ استعمال ھوا اسی طرح اللہ نے اپنے ساتھ بھی وھی الفاظ استعمال کئے کہ "اسی جیسا مونث ساتھی" نہ کہ کوئی عورت!!!!
چونکہ بات ھی تولید کی ھو رھی ھے، تو لازماً اس لفظ کا مطلب یا تو 1۔ بیوی---- 2۔ داشتہ---- ھی ھو سکتا ھے، پرویز نے پہلا مفہوم لیا ھے، اب جس کا دل چاھے وہ دوسرا مفہوم لے لے---

میں عورت کو بغیر چھوئے بچہ پیداکر سکتا ھوں جسی باتیں نہایت سطحی اور طفلانہ سوچ ھے۔ جو قابل تبصرہ نہیں--- اور ویسے بھی یہ غیر متعلقہ باتیں ھیں، کیونکہ ایسا کوئی قانون عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت استعمال نہیں ھوا اور یہ سب مانتے ھیں----
جاری --
November 20 at 10:46pm · Like

اب ذرا غور فرمائیں۔ کہا کہ جی یہ کہا، وہ کیوں نہیں کہا، یہ کفار کے مطالبے ہیں۔ جیسے کوئی فرمائشی پروگرام چل رہا ہو۔

اب کیا جواب دوں کہ میں اس جواب مکلف نہیں، اگر کوئی سمجھنا ہی نہ چاہے۔ بھائی تدبر قرآن ہر مومن پر انفرادی طور پر فرض ہے۔ فرمایا

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا [٤٧:٢٤]

کیا یہ قران میں غور و فکر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں [محمد جونا گڑھی]

اب اگر کسی شئے کے حوالے سے تفکر کرنا ہے، تدبر کرنا ہے، تو سوالات تو اٹھانے ہی پڑیں گے۔ اگر کسی معاملے میں، کیوں، اور کیسے کے الفاظ نہ ہوں، تو پھر تفکر کیسا؟ سیدھی سیدھی تقلید ہی ہو سکتی ہے۔

اگر آپ کسی نظریہ یا خیال سے متفق ہوتے ہیں، تو یہ سوالات نہیں ہوتے جی کیوں، کیسے۔۔ لیکن اگر آپ کو تفکر اور تدبر سے کوئی بات سمجھنی ہے، تو بغیر "لا" کے الا اللہ نہیں ہو سکتا۔

جہاں تک کفر کے فتوے کا تعلق ہے۔ تو یہ ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اب تو کوئی یہ فتوی نہ لگائے، تو حیرت ہوتی ہے۔ قرآن کریم کو ماننا اور بات ہے اور اس کو سمجھنا اور بات۔۔ شاید ہمارے محترم دوست اس فرق کو سمجھ نہیں پائے۔ جہاں تک ایمان کی بات ہے تو ایک ہی جواب ہے۔۔

وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ-- [۲:۲۸۵]

اور (اﷲ کے حضور) عرض کرتے ہیں: ہم نے (تیرا حکم) سنا اور اطاعت (قبول) کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور (ہم سب کو) تیری ہی طرف لوٹنا ہے، [طاہر القادری]

لیکن اگر بات تفکر اور تدبر کی آئے گی تو حکم ربی ہے۔۔

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا [۲۵:۷۳]

اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے (بلکہ غور و فکر بھی کرتے ہیں)، [طاہر القادری]

اور جب اندھے، بہرے بن کر نہیں گرنا، عقل و فکر سے کام لینا ہے، تو کیوں، اور کیسے تو لازم ہو جاتے ہیں۔ یہ کسی فرمائشی پروگرام کی بات نہیں۔ اس ہی آیت مبارکہ سورہ فرقان کی تلقین کرتے ہوئے اپنے بھائی سے عرض کریں گے کہ کفر کے فتوے چھوڑ کر، تفکر و تدبر کو اپنائیں۔ آپ جیسے اچھے انسان کو یہ زیب نہیں دیتا۔

البتہ آپ کی یہ بات میرے نقطہ نظر کے عین مطابق ہے کہ بات اپنے جیسے مونث ساتھی کی ہو رہی ہے۔اب ظاہر ہے کہ اللہ کی اپنی کوئی صنف نہیں ہے، تو اس سے ملتی جلتی کسی شیئے کا تصور ہی باطل ہے۔ لیس کمثلہ شیٔ۔۔۔ اس لیے اس آیت مبارکہ سے بیوی کو بچے ہونے کا قانون نہ بنائیں۔ یہ قانون نہیں ہے بلکہ اللہ کریم کا ایک بیان ہے۔

یہاں انسانی معنوں میں بیوی سے بچے ہونے کا قانون بیان ہی نہیں ہو رہا۔

دوسری آیت مبارکہ جو خاکسار نے پیش کی۔۔۔۔۔

قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا [١٩:٢٠]

(مریم علیہا السلام نے) کہا: میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں،

[طاہر القادری]

میں نے اس آیت کو پیش کرتے ہوئے یہ سوال اٹھایا تھا کہ کیا یہ کوئی قانون ہے کہ کسی مرد کے چھوئے بغیر اولاد نہیں ہو سکتی۔ یا مرد اور عورت کے جنسی اختلاط کے بغیر اولاد نہیں ہو سکتی۔۔ اب اگر آپ اس آیت مبارکہ کو ایک قانون کے طور پر پیش کرتے ہیں، تو یہ مشاہدے کے خلاف ہے۔ کیونکہ آج کے ترقی یافتہ دور میں، کسی مرد کا "اسپرم" لے کر، ایک کیتھیٹر کے ذریعے، عورت کے رحم میں ڈال دیا جاتا ہے، جسے کے نتیجے میں وہ عورت ماں بن جاتی ہے۔ اب اس عمل میں اس عورت کے ساتھ مرد نے ہم بستری کی ہی نہیں ہوتی۔ لیکن وہ بچہ پیدا کر دیتی ہے۔ اس عمل کو (Intra uterine insemination) کہتے ہیں۔

اس کے جواب میں ہمارے دوست نے ہم پر سطحی ہونے کا فتویٰ لگا دیا۔ ملاحظہ فرمائیں

میں عورت کو بغیر چھوئے بچہ پیداکر سکتا ھوں جسی باتیں نہایت سطحی اور طفلانہ سوچ ھے۔ جو قابل تبصرہ نہیں۔۔۔ اور ویسے بھی یہ غیر متعلقہ باتیں ھیں، کیونکہ ایسا کوئی قانون عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت استعمال نہیں ھوا اور یہ سب مانتے ھیں۔۔۔
جاری --
November 20 at 10:46pm · Like · 4

اب ہمارے ان محترم دوست کو کون سمجھائے، کہ ہم کیا کہہ رہے تھے، اور وہ کیا سمجھ رہے ہیں۔ میری صرف یہ عرض تھی کہ بھائی یہ کوئی قانون نہیں بیان ہو رہا۔ میں نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ جی اس وقت مریم صادقہ کے ساتھ، کوئی ایسا میڈیکل عمل کیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ یہ بات اپنے آپ میں نالائق ہے۔ اگر اللہ کریم نے کوئی کام کرنا ہے، تو اسے "کن" کہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی آپریشن کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بات تو یہ سمجھانے کی ہو رہی تھی کہ یہ قانون الٰہی نہیں ہے کہ عورت اور مرد کے جنسی اختلاط کے بغیر بچہ نہیں ہو سکتا۔۔۔

ہو سکتا ہے۔ روز ہو رہا۔ اس لیے یہ قانون نہیں ہے۔۔

بلکہ قانون یہ ہے کہ مادہ اور نر، سیل کے ملاپ سے تولید کا عمل ہو تا ہے۔ بچے پیدا ہوتے ہیں۔۔

پیدائش آدم کے حوالے سے ایک جگہ جناب پرویزؒ نے لکھا۔۔۔۔۔

یعنی اس مقام پر خلیات حیات(Life Cells) میں جنسی تخلیق (sexual reproduction) کا جوہر نمایاں ہو گیا ۔ یہ جرثومے(Germ Cells or Gametes) دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک(Ovum) یعنی مادہ کا خلیہ، اور دوسرا(spermatozoon) نر خلیہ، یعنی ایک جرثومہ زندگی ذوق تخلیق سے نر اور مادہ کے خلیوں میں بٹ گیا۔۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا-- [۷:۱۸۹]

وہی تمہارا پرودگار ہے جس نے تمہیں ایک نفس واحدہ (جرثومہ حیات) سے پیدا کیا۔ اور اس ہی میں سے اس کا جوڑا بنایا۔۔

ابلیس و آدم، صفحہ نمبر 13، ٹائٹل انسان۔۔۔۔ از علامہ غلام احمد پرویز علیہ رحمہ۔۔

انسانی جسم میں بھی یہ نر اور مادہ سیل موجود ہیں۔ایک مرد میں بھی دونوں طرح کے سیل ہیں، اور اس ہی طرح ایک عورت میں بھی اب یہ تو آنے والا وقت ہی ثابت کرے گا، کہ ایک انسان کے اندر موجود یہ دونوں طرح کے سیل، کیا از خود کسی طریقے سے افزائش نسل میں بھی کوئی کردار ادا کر سکتے ہیں؟؟

آج تک ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ بچے مادہ پیدا کرتی ہے۔۔

لیکن دریائی گھوڑوں میں یہ عمل نر انجام دیتا ہے۔

اب رب کریم کی کتنی مخلوق کو آج تک ڈسکور کیا گیا ہے؟؟شاید دس فیصد بھی نہیں۔۔تو ہم کس بنیاد پر کوئی ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ جی ہم نے قرآن کریم کی فلاں آیت مبارکہ کو پوری طرح سے سمجھ لیا ہے۔۔

ہر دور کا انسان اپنی فہم کے مطابق ہی سمجھے گا۔ لیکن یہ طے ہے کی ہر دور کی علمی ترقی، اسے سیکھنے اور سمجھنے کے عمل کا بنیادی کردار ہے۔ آج بھی ایسے بے شمار کام ہو رہے ہوں گے، جن کے حوالے سے ہم ایک قانون طے کئے بیٹھے ہیں کہ بس یہ ہی ہے۔۔ لیکن ہو کچھ اور رہا ہو گا۔۔

دور کیوں جائیں، ہر زبان میں محبوب کے بچھڑنے کے حوالے سے، اپنوں کی جدائی کے حوالے سے شاعری، نثر وغیرہ کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں لیکن سائنس کی ایک ایجاد "اسکائپ" نے ان سب کو ردی کا ایک ڈھیر بنا کے رکھ دیا ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے کیا کوئی اس کا تصور کر سکتا تھا؟؟ اب جس قانون خداوندی کے تحت یہ عمل ہو رہا ہے، یہ قانون تو کروڑوں سال سے اس کائنات میں موجود تھا۔ سمجھ اب آئی ہے۔

صدیوں پہلے کسی کو اس بنا پر قتل کر دیا جاتا تھا، کہ زمین گردش کر رہی ہے۔اور آج شاید اس کے نہ ماننے پر قتل کر دیا جائے۔

صدیوں پہلے جن جینئس لوگوں کو اس وقت کے کم فہم، تنگ نظر لوگوں نے قتل کر دیا، تو وہ لوگ اس وقت یہ ہی سمجھتے تھے کہ بھلا اتنے سارے لوگ غلط کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور ایک آدمی کیسے اتنا جینئس ہو سکتا ہے؟؟

یہ ہی آج ان فیس بک کے صفحات پر ہو رہا ہے۔ ایک مخصوص عقیدے یا نظریہ کے حامی لوگ، جب ایک پوسٹ پر اکھٹے ہو جاتے ہیں، اور ان میں کوئی شریف آدمی اپنی کوئی دلیل پیش کرے، تو سارے کے سارے پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اس کو بولنے ہی نہیں دیتے۔ اور پھر اس زعم باطل میں چائے کی چسکیاں لگاتے ہوئے ایک دوسرے سے کہتے ہیں، دیکھا، کیسے چاروں شانے چت کر دیا۔ بہت بولتا تھا۔

اب اس عمل میں کس کا نقصان ہو رہا ہے۔۔ علم کا نقصان ہو رہا ہے۔ یہ دوست تو جمود کا شکار ہو کر بہت جلد علم کی بارگاہ سے فارغ ہو جائیں گے۔ لیکن کتنوں کا نقصان ہو گا، جن تک تازہ سوچ نہیں پہنچ پائے گی۔

اب جو ہمارے اس دوست نے اپنا استدلال پیش کیا ذرا غور فرمائیں کس قدر ناقص ہے۔ کاش ہمارے یہ دوست اس پر تفکر کر لیتے۔ کہتے ہیں۔۔

قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا (٢٠)
يا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا (٢٨)
سورہ مریم
بغیا کا مطلب بد کار کیا گیا جو کہ سو فیصد غلط ھے۔ بغاوت کا لفظ ھے جس کی طرف اوپر والے کمنٹ کرنے والوں سے کسی کا دھیان نہیں گیا۔۔۔۔
اور یہی غلط مطلب اس جھوٹے عقیدے کی بنیاد ھے۔۔۔۔
بغاوت کی تھی مریم علیہ السلام نے نظامِ خانقاھیت کے خلاف، اور یہی ان پر بغاوت کا الزام انہوں نے لگایا تھا۔ لیکن ملا کی سوچ تو آپ جانتے ھیں ھمیشہ شہوت کی طرف بھٹکتی ھے۔۔۔۔۔۔

آپ سب کا بے حد شکریہ۔۔۔۔۔۔
November 20 at 11:11pm · Edited · Like · 6

ہمارے ان بھائی صاحب کے نزدیک آیت بالا میں اس لفظ "بغیا" کا معنی بدکاری درست نہیں ہے۔۔ بلکہ ان کے خیال کے مطابق، اس کا معنی بغاوت ہے۔۔ یعنی مریم صدیقہ نے نظام خانقاہیت کے خلاف بغاوت کی تھی۔ لیکن میرے

بھائی اگر آپ کے اس معنی کو لیا جائے، تو کیا آپ نے غور کیا کہ آپ کا یہ نظریہ ہی باطل ٹھہر تا ہے کہ مریم صدیقہ نے کسی کے خلاف بغاوت کی تھی۔۔ ذرا غور فرمائیں۔۔۔ کہا۔۔

قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا [١٩:٢٠]

کہا میرے لیے لڑکا کہاں سے ہو گا حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں [احمد علی]

ذرا غور فرمائیں میرے بھائی۔۔ اس آیت مبارکہ میں مریم صدیقہ، دو باتوں کی نفی کر رہی ہیں۔۔۔ ایک یہ کہ مجھے کسی مرد نے نہیں چھوا۔۔ دوسرا یہ کہ میں "بغیا" نہیں ہوں۔۔۔ اب اگر آپ کے مطابق، اس لفظ کا معنی نظام خانقاہیت کے خلاف بغاوت ہے، تو کیا بات ہوئی۔۔ یہ ہی نہ۔۔۔ کہ مجھے بچہ کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا، اور نہ ہی میں نے نظام خانقاہیت کے خلاف بغاوت کی ہے۔۔

اب آپ ہی بتائیں۔۔۔۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔ آپ کا یہ ترجمہ، تو آپ کے بیان کے ہی خلاف چلا جائے گا کہ جناب مریم نے کسی نظام کے خلاف بغاوت کی تھی۔۔

اب اس کے بعد کی دوسری آیت مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا [١٩:٢٨]

اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی [احمد علی]

اب آپ ہی بتائیں، اگر آپ کا تجویز کردہ ترجمہ، کہ جناب "بغیا" کا معنی ہیکل کے نظام سے بغاوت کی بات ہے۔۔ اس آیت میں کس طرح فٹ ہو گا؟؟

مریم صادقہ کی والدہ محترمہ نے کون سی بغاوت کی تھی اس نظام کے خلاف۔۔ انہوں نے تو اس نظام کے عین مطابق ،اپنی اولاد اس نظام کے حوالے کر دی تھی۔۔ وہ تو اس نظام کی تابعدار نظر آتی ہیں۔۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ بغاوت کی تھی۔۔

مشکل کیا ہے میرے بھائی۔۔۔ جب ہم اپنے دل میں کوئی عقیدہ راسخ کر لیتے ہیں، تو پھر آیات قرآنی ہوں، یا کچھ اور ۔۔۔ ہر شیئ اس عقیدہ یا نظریہ کے پس منظر میں دکھائی دیتی ہے۔۔

میرے بھائی۔۔۔۔ میرے نقطہ نظر کے مطابق، تو سورہ مریم کی آیت مبارکہ 20 میں تو مریم صدیقہ، دو باتوں سے انکار کر رہی ہیں ایک یہ کہ مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا۔۔ یعنی میں نے شادی نہیں کی ہے۔۔ دوسرا یہ کہ میں الحمدو للہ، بدکار بھی نہیں ہوں۔۔ اس وقت کے لحاظ سے، کسی عورت کے ماں بننے کے لیے، ان دونوں میں سے کسی ایک صورتحال کا ہونا لازم تھا۔۔ تو اس ہی بات پر جناب مریم اپنے تحفظات کا اظہار فرما رہی ہیں کہ یہ عمل ممکن نہیں ہو سکتا ۔۔ جس کے جواب میں انہیں بتایا گیا کہ، یہ سب اللہ کے قانون کے مطابق ہو گا۔۔۔

چنانچہ اس مقام تک میری تحقیق، قرآن کریم میں اس قانون کو تلاش کر رہی ہے۔۔ جو مجھے یہ بتادے کہ بغیر مرد اور عورت کے ملے، بچہ نہیں ہو سکتا۔۔ اس صورت میں عیسیٰ علیہ سلام کے والد کا ہونا لازم ہو جائے گا۔۔۔

لیکن اگر خدا کا قانون تخلیق یہ ہے کہ بغیر مرد اور عورت کے آپس میں ملے، بچہ ہو سکتا ہے۔۔ تو پھر ہمارے لیے سوچ اور تحقیق کے نئے زاویے کھل جاتے ہیں۔

گذشتہ صدی کے ہمارے مفکران قرآن نے جو نظریات پیش کئے ان میں ایک لازمی قانون، مرد اور عورت کے ملاپ کے بغیر بچہ نہ ہونے کا قانون بھی ہے۔ آج کی میڈیکل سائنس اس قانون کو رد کر رہی ہے۔۔ یعنی اب لازم نہیں رہا کہ بچہ ہونے کے لیے مرد اور عورت کا جسمانی اختلاط ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ اب ہمیں اس مسئلے پر غور و فکر کرنا

ہو گا، کہ اگر کوئی کنواری لڑکی، میڈیکل کے اس طریقہ جسے (Intra uterine insemination) کہتے ہیں، سے حاملہ ہو جاتی ہے، تو کیا وہ زنا کی مرتکب مانی جائے گی۔۔ کیونکہ اس کا "فرج" تو محفوظ ہے۔ ادھر تو کوئی مرد گیا ہی نہیں۔۔۔ تفکرو

ہمارے ایک محترم دوست نے ایک تبصرہ کیا۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ (٨٣) وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (٨٤) وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ (٨٥) وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ (٨٦) وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (٨٧)الانعام---ان آیات مبارکہ میں قرآن مجید کا نص موجود ہے کہ سیدنا عیسی علیہ السلام کے باپ تھے-- ومن آبائھم --- کا --ھم- ضمیر اوپر سارے انبیاء کی طرف راجع ہے -- کسی نبی کا استثنا نہیں--- تو یہ آیت مبارکہ نص ہے اس بات پر کہ اس ضمیر سے پہلے مذکور سارے انبیاء کرام کے باپ تھے------ **Baseerat E Haq**

فیس بک پر بہت کم ایسے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے، جو علم بھی رکھتے ہوں، اور اس پر تکبر بھی نہ کرتے ہوں۔ میرے ان دوست میں یہ دونوں خصوصیات ہیں۔ علمی موافقت یا اختلاف اپنی جگہ۔ لیکن بات کم از کم اعلیٰ انسانی اقدار کے مطابق کرتے ہیں۔بس اگر ہمارے یہ بھائی، اپنے طرز کلام کو آسان کر لیں، تو بہت سوں کا بھلا ہو گا۔۔

مجھے حیرت ہے کہ ہمارے ان بھائی صاحب نے آیت مذکورہ سے حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے والد کے ہونے کی نص ثابت کی ہے۔ میرے یہ محترم دوست عربی زبان بھی جانتے ہیں لیکن یہ ایک المیہ ہے کہ جب ہمارے ذہن میں کوئی ایک نظریہ یا عقیدہ راسخ ہو جاتا ہے، تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہر آیت یا بات، اس ہی تناظر میں نظر آتی ہے۔ گذشتہ ساری صدیاں اس بات کی گواہی دے رہی ہیں۔۔

ایسا ہر گز نہیں تھا کہ ہمارے اسلاف، اکابرین، عربی سے نابلد تھے۔ جتنی عربی ہمارے ان بھائی صاحب کو آتی ہو گی، جتنی اس خاکسار کو آتی ہو گی، اس سے کہیں زیادہ عالم و فاضل، عربی زبان کے لحاظ سے، ہمارے سابقین میں سے

گزرے ہیں۔ تو پھر کیا ہوا۔۔ کیوں نہیں درست راستے کو ڈھونڈ سکے ؟ ایک وجہ صرف ایک وجہ۔۔۔ کہ جو کچھ بھی سمجھنا ہے، اس عقیدے کے مطابق سمجھنا ہے جو سابقین نے دیا ہے۔

یہ ہی المیہ استاد محترم پرویزؒ کے ساتھ تھا۔ ایک مخصوص سوچ پہلے اپنے ذہن میں راسخ کر لی۔ یہ طے کر لیا کہ وہ رب ایک دنیا بنا کر، اب ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ ہر شئے علت و معلول کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے۔ اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سورہ فیل کا مفہوم، سورہ قدر کا مفہوم۔۔۔۔۔ اس مخصوص سوچ کے تابع ہی تھا۔

ورنہ جو مفہوم دیا گیا ہے کیا کسی صاحب عقل انسان، جو عربی سے بھی آشنا ہو، کے لیے قابل قبول ہو سکتا ہے؟؟

لیکن اگر یہ مفہوم نہ لیا جاتا، تو پھر اس مخصوص سوچ کا کیا بنتا؟؟

اب جو آیت مبارکہ ہمارے بھائی نے پیش کی ہے، نص قرآنی کے طور پر۔۔ اس پر غور کر لیتے ہیں۔۔ میں عربی کے قائدوں اور تخاطب اور صیغوں پر تو یہاں بحث نہیں کروں گا۔ کہ عام قاری اس کا متحمل نہیں ہوتا۔۔ چلیں یہ بات مان لیتے ہیں کہ اول سے آخر " ھم " کا مرجع، سارے انبیاء ہیں۔ چلیں ٹھیک ہے۔ اب اس آیت مبارکہ میں دو رشتے اور بھی بیان ہوئے ہیں۔۔ غور فرمائیں

وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ [٦:٨٧]

اب آپ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق ، جس طرح "ابائہم" کی ضمیر، سب انبیاء پر راجع ہے، اس ہی طرح "ذریاتہم" اور "اخوانہم" کا مرجع بھی تو، یہ سب انبیاء علیہ سلام ٹھہریں گے نہ۔۔۔ یعنی اس آیت مبارکہ سے اگر آپ حضرت مسیح علیہ سلام کے باپ کا جواز نکال رہے ہیں، تو اس ہی طرح ان کے بھائیوں کا وجود بھی لانا ہو گا، اور ان کی اولاد کا بھی۔۔ نہ صرف یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے بھائی اور بچے بھی لانے ہوں گے، بلکہ ان بھائیوں اور بچوں کو

نبوت بھی ملنی چاہیے۔۔ کیونکہ اللہ کریم نے ان سب کے حوالے سے " وَاجْتَبَيْنَاهُمْ " " وَهَدَيْنَاهُمْ " کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔۔یعنی منتخب شدہ، اور ہدایت یافتہ۔۔اب اس آیت مبارکہ پر غور فرمائیں۔۔۔۔۔۔۔۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ [٦١:٦]

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف سے رسول ہوں تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہو گا پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آ گیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے[احمد علی]

چنانچہ، یہ بات تو طے ہے کہ حضرت مسیح علیہ سلام اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔۔تو مجھے بتائیں، کس طرح آپ [٦:٨٧] کے مطابق، اخوانہم اور ذریتہم۔۔کو ثابت کریں گے ؟؟ تو اب بتائیں یہ نص کس طرح ہوئی ؟؟ میرا خیال ہے کہ اس کے مفہوم میں کچھ دھوکہ ہوا ہے آپ کو۔۔۔

آیت مبارکہ میں صرف یہ کہا جا رہا ہے کچھ انبیاء علیہ سلام کا نام لے، کہ ان میں سے کچھ کے باپ دادوں کو کچھ کے بھائیوں کو، کچھ کی اولاد کو ہم نے منتخب کیا، اور ہدایت عطا فرمائی۔۔

مزید ہمارے ان بھائی صاحب نے ایک اور بات بھی کہی ہے۔ کہتے ہیں۔

اور تیسری جگہ پر انبیاء کرام کو نسبا ایک دوسریے کی ذریت قرار دیا ہے جہاں کہا کہ اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین من ذریہ آدم و ممن حملنا مع نوح و من ذریہ ابراھیم و اسرائیل --58/19-- اس طرح کہا کہ و لقد ارسلنا نوحا و ابراھیم و جعلنا فی ذریتھما النبوۃ و الکتاب--- 26/57 ----تو سیدنا عیسی علیہ السلام --ذریۃ آل عمران-- اور ذریۃ ابراہیم میں تب شامل ہوسکتے ہیں جب وہ اسی خاندان میں سے کسی مرد کی اولاد ہوں--- کیوں کہ --ذریۃ --قرآن

مجید نے اسی مفہوم میں ہی استعمال کیا ہے -- اور عربی لغت میں بھی اس کا یہ ہی مفہوم ہے--- تو قرآن مجید تو یہ ہی کہہ رہا ہے کہ عیسی علیہ السلام -- ابراہیمی خاندان کے کسی مرد کے نطفہ کی پیداوار ہیں اور اس کی ذریۃ میں ہیں -- ورنہ وہ نبوت کے مستحق ہی نہین ٹھرتے کیوں کہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ نے نبوت کو انبیاء کے ہی ذریت میں رکھا ہے---تو یہ قرآن مجید کا دوسرا نص ہے اس بات پر کہ عیسی علیہ السلام کے باپ تھے-------

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ نے نبوت کو سابق انبیاء کی ذریت میں ہی رکھا ہے، تو گویا آپ یہ کہہ رہے ہیں

کہ دنیا میں جتنے بھی انبیاء علیہ سلام تشریف لائے، وہ سارے کے سارے حضرت ابراہیم علیہ سلام کی اولاد ہی تھے

اب میں اس پر کیا تبصرہ کروں۔ بہتر ہوتا کہ آپ متعلقہ آیت یہاں لگاتے، تاکہ خاکسار آپ کی یہ غلط فہمی دور کر دیتا

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس پر اللہ کریم نے اپنے انبیاء علیہ سلام کو مبعوث نہیں کیا۔

آج اگر ہمیں ہندوں میں رام چندر، بدھ مت میں گوتم بدھ، چین میں کنفیوشش، ایران میں جناب زرتشت جیسے

بڑے انسانوں کا ذکر ملتا ہے، تو کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ سب بھی اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہوں؟؟

اور اگر ایسا ہے، تو کیا یہ سب حضرت ابراہیم علیہ سلام کی ذریت میں سے ہیں؟؟

میرا خیال ہے کہ اس ضمن میں بھی آپ کو مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔۔ اس جہت سے عیسی علیہ سلام کا کسی نبی کی

ذریت میں ہونا، ثابت نہیں ہوتا۔

اس مقام پر میں ایک اور ساتھی کا تبصرہ پیش کرنا چاہوں گا۔۔ ذرا غور فرمائیں۔

Ameen Akbar یوسف نجار کا اس سارے معاملے میں کوئی رول ہی نہیں۔ یعنی ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنا جو کہ ہیکل کی نن تھی کوئی رول ہی نہیں ہے یہ۔ بے چارے نے کتنی مشقت کی ہو گی اس علاقے سے حضرت مریم علیہ السلام کو اس علاقے سے لے جانے میں ہیکل کے کارندوں سے بچانے میں مگر کوئی شاباشی ہی نہیں ۔ آج بھی سب اتنا ہی کہتے ہیں کہ کوئی رول ہی نہیں اس کہانی میں۔ واہ جی واہ۔
November 20 at 11:06pm · Like

غور فرمائیں۔۔ وہ ساری کہانی، ہیکل، اس کے کمینے پجاری، وہ گندگی، اتنی مخالفتیں۔۔ جس کے صلے میں بقول دوستوں کے، مریم صدیقہ کو اتنی شہرت اور عزت ملی کہ ان کا نام ایک نبی کے ساتھ نتھی کر دیا گیا۔ ذرا غور فرمائیں۔۔ ایسا ماحول، ڈائریکٹ وہاں کی مذہبی پیشوائیت سے پنگا۔۔ یہ پنگا تو آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی اکثر نہیں لے پاتے۔

اور وہ مرد، جو آپ کے بقول تھا بھی کسی نبی کی اولاد میں سے، اور وہ ایک نن کو لے کر ہیکل سے نکلتا ہے۔ تو کیا اس ہیکل کے مذہبی پیشواؤں نے اسے تھپکی دی ہو گی کہ تم نے بہت اچھا کام کیا ہے۔

کیا وہ ساری مذہبی پیشوائیت، اس انسان کی جان کے درپے نہیں ہو گئی ہو گی؟؟

اصل قربانی تو اس شخص کی ہے میرے بھائی۔ جب کے نسلاً بھی وہ مریم صدیقہ سے زیادہ مقدس تھے کہ کسی نبی کی اولاد میں سے تھے۔۔ لیکن ان کا کوئی ذکر کہیں نہ ملے۔۔ لیکن سارا قرآن ابن مریم، ابن مریم کے الفاظ سے بھرتا چلا جائے۔۔ بہت غور طلب بات ہے۔۔ بہت زیادہ تحقیق کی ضرورت ہے۔۔

میری آپ سے التجا ہے، آپ ایک صاحب نظر انسان ہیں۔ اپنے ذہن کو کسی مخصوص انسانی عقیدہ اور نظریہ سے الگ کر کے، خالص علمی انداز میں اس موضوع پر تحقیق کریں۔

استاد محترم علامہ غلام احمد پرویزؒ نے ہیکل کے حوالے سے جو تحقیق پیش کی ہے، وہ سب بائیبل کا شاخسانہ ہے عیسائیوں کے ایک مخصوص گروہ نے کس چالاکی سے، اپنی مقدس ہستی، مریم صادقہ کے سامنے اللہ کریم کے ایک اولعزم نبی کی شان میں گستاخی کی ہے۔ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ حضرت ذکریہ علیہ سلام یہودیوں کی طرف بھیجے گئے نبی تھے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان مذہبی منافرت، اور جنگ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔۔

کس آسانی کے ساتھ انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ دیکھو یہودیوں کا ایک نبی، کس طرح ان ہیکل کے مولویوں کے ساتھ مل گیا تھا۔ ہیکل کے یہ مذہبی پیشوا، کس طرح مریم صادقہ کے ساتھ ظلم کر رہے تھے، لیکن اللہ کا نبی خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ یہ تو مریم صادقہ ہی تھیں جنہوں نے ہیکل کے قانون کو توڑا۔ اس سے بغاوت کی۔

ہم اللہ کے ایک نبی کی موجودگی میں، یہ سوچ بھی کس طرح سکتے ہیں کہ ہیکل میں کچھ ایسا ہو رہا ہو، اور وہ نبی آرام اور سکون کے ساتھ وہاں قیام پذیر رہے، کوئی بغاوت نہ کرے، کوئی قدم نہ اٹھائے۔ میں تو اللہ کے ایک نبی کی موجودگی میں اس طرح کی خرافات کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں مان ہی نہیں سکتا کہ ایک نبی کی موجودگی میں ایسا ماحول ہو گا۔۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ افتراء ہے اللہ کے ایک نبی کے خلاف۔۔۔

اگر مناسب سمجھیں تو مجھے بھی اپنی تحقیق سے مطلع کریں۔ ہم پرائیویٹ میسج کے ذریعے بھی ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت مسیح کے باپ نہیں تھے۔۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ جی ان کے باپ تھے۔ میں ابھی تحقیق کے مرحلے میں ہوں۔۔ آیئے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ دین کو سمجھیں۔ جو بات دلیل سے ثابت ہو جائے اسے تسلیم کریں۔ انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔۔۔ نہ میں نہ آپ۔۔

ایک اور بات واضح کرنا چاہتا ہوں۔۔ عموماً ہمارے دوستوں کی بات چیت میں، یہ نکتہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ سلام کو بن باپ کے مان لیا جائے، تو معاذ اللہ ایک نبی کو گالی سمجھی جائے گی۔ یہ نکتہ نظر بلکل باطل ہے۔ یہ تو ہماری فہم کی وجہ سے ہے کہ جب ہم اس بات کو قانون الٰہی تسلیم کر لیں کہ بغیر باپ کے بچہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ اور اگر کوئی کنواری بچہ جنے، تو بدکار ٹھہرتی ہے اور اس کا بچہ حرام کا۔

لیکن اگر ہماری تحقیق کچھ اور حقائق کو سامنے لے آئے، تو ایسا عمل بھی قانون کے مطابق ہو گا۔۔

آخر میں ایک دوست کا تبصرہ۔۔۔

میرے ان محترم دوست نے میرے حوالے سے لکھا، کہ حنیف نے بڑی محنت سے ذو معنی بات کی ہے۔۔ میرے بھائی۔۔ میری نظر میں کسی مومن کے لیے اس سے بڑی گالی کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں آپ کی اس زیادتی پر آپ صدق دل سے معاف کرتا ہوں۔ لیکن صرف اتنا عرض کروں گا، کہ ذو معنی بات کرنا، منافقت کی علامت ہے۔ یہ کسی مومن کا شیوہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم اپنے پیروکاروں کو صاف اور سیدھی بات کی تلقین کرتا ہے۔ الحمد وللہ آپ کا یہ بھائی، منافق ہرگز نہیں ہے۔ فہم کی کوتاہی ہو سکتی ہے۔ گناہ گار ہونے سے بھی انکار نہیں۔ لیکن منافقت۔۔ اپنے رب سے پناہ کا طلب گار ہوں۔۔

اب اصل موضوع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ مشکل صرف ایک مخصوص دوست تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہر اس انسان کے ساتھ ہے، جو قرآن کریم کو اپنی فہم سے سمجھنے کے بجائے "کسی مخصوص انسانی فہم دین" کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرے گا۔

قرآن کریم نے ہمیں زندگی کے ہر مرحلے کے لیے کچھ ہدایات، کچھ قوانین عطا فرمائے ہیں۔ قوانین تو اٹل ہیں۔ اس میں ردوبدل نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہدایات پر عمل درآمد کے لیے ہمیں باہمی مشاورت سے اپنے قوانین وضع کرنے ہوں گے۔

یہ بہت اہم بات ہے کہ ہم قرآن کریم میں بیان ہونے والے قوانین، اور ہدایات کے درمیان فرق کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ قرآن کریم میں اگر کوئی واقعہ بیان ہوا ہے، تو اس میں کسی مخصوص صورتحال اور اس صورتحال میں کئے گئے اقدامات سے ہم اپنے معاشرے کے لیے، باہمی مشاورت سے کوئی قانون تو وضع کر سکتے ہیں۔۔ لیکن اس عمل کو خدائی قانون کا درجہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ خدائی قانون، وقت، حالات، جگہ، کلچر، حالات، ان سب سے بالاتر ہوتا ہے ہر حال میں نافذ العمل ہوتا ہے۔

لیکن ہدایات، جنھیں ان کی جزیات کے بغیر عطا کیا جاتا ہے، اس کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے اپنے مقامی حالات، ضروریات، وقت، کے مطابق، باہمی مشاورت سے ان کی جزیات کو طے کرے۔ چنانچہ ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کی آیات کو ان کے سیاق وسباق میں پڑہیں، سمجھیں۔۔ اگر کوئی قانون بیان ہورہا ہے، تو قانون سمجھیں۔ اگر کوئی واقعہ بیان ہورہا ہے تو اس سے ہدایات حاصل کریں۔

سنت اللہ۔۔۔

قرآن کریم میں چند آیات مبارکہ میں "سنت اللہ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جس سے ہمارے ساتھیوں کا یہ خیال ہے کہ جو بات سنت اللہ کہہ کر بیان کی جارہی ہے، وہ خدائی قانون ہیں۔ میرے نقطہ نظر کے مطابق، یہ غلط نگہی ہے۔ آیئے پہلے اس لفظ "سنت" کے حقیقی مفہوم کو سمجھتے ہیں۔

عربی زبان میں "سنت" کے معنی روش کے ہیں۔ طریقہ کے ہوتے ہیں۔۔ اس کے معنی قانون ہوتے ہی نہیں ہیں۔

ہمارے معاشرے میں ایک اصطلاح "سنت رسول اللہ" عام ہے۔ اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ حضور نے کوئی قانون بیان کیا ہے۔ بلکہ اس کے معنی مختلف معاملات میں، حضور نے کیا عمل کیا۔ کیا حکمت عملی اپنائی۔۔

اب کچھ معاملات دین کے حوالے سے ہیں۔ ان میں حضور اکرم ﷺ کی حکمت عملی، ہمارے لیے لازماً واجب الاتباع ہے (اس مرحلے پر میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ ہمیں حضور ﷺ کی مستند "سنت" کیسے ملے۔ اس کا کیا پیمانہ ہوگا)

لیکن اگر حضور ﷺ کا کوئی عمومی عمل، جو دین سے متعلق نہ ہو، لیکن عام معمولات زندگی سے متعلق ہو، کسی مومن پر لازماً نافذ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً اگر حضور ﷺ شوق سے، لوکی کھایا کرتے تھے، تو کسی مومن کے لیے یہ لازم

نہیں ہے کہ وہ بھی "لوکی" کھائے۔۔اگر حضور ﷺ ،کالے رنگ کو پسند فرماتے تھے،توعام مومن پر ہر گز لازم نہیں ہے کہ وہ بھی کالے کپڑے پہنے۔

اب یہ پوزیشن قانون کی نہیں ہوتی۔ قانون میں پسند،ناپسند کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔زانی کی سزا سو کوڑے ہیں۔یہ ہر حال میں،ہر جگہ ،ہر حالت میں نافذ ہے،اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔خواہ کسی کو پسند آئیں،یا نہیں آئیں۔۔

کلمات اللہ۔۔۔

عربی زبان میں "کلمہ " کے معنی ایک لفظ،ایک بات،ایک جملہ،یا ایک قصیدہ،یا ایک خطبہ،ہے۔۔کلام کے معنی ہیں "بات" (تاج العروس،صاحب محیط،لغات القرآن از علامہ پرویزؒ)

کسی انسان سے آخری بار اللہ کا کلام،یہ قرآن کریم ہے۔جس کا ایک ایک لفظ من جانب اللہ ہے(بد قسمتی سے اب یہ بحث بھی کی جاتی ہے کہ نہیں، قرآن کے الفاظ،ہو بہو،من جانب اللہ نہیں ہیں۔۔بلکہ حضور ﷺ نے،پہلے اللہ کا پیغام سنا،اسے سمجھا،اور پھر اپنی زبان میں آسان کر کے،اپنے الفاظ میں بیان کر دیا۔یہ بات کہتے ہوئے ہمارے دوست یہ نہیں سوچتے کہ اس عقیدہ سے اس خدا کا کیا تصور قائم ہو تا ہے، کہ معاذاللہ،وہ خدا اتنا علم بھی نہیں رکھتا، کہ اپنے عام بندوں کو، آسان الفاظ میں،اپنا ما فی الضمیر سمجھا سکے،ان کی راہنمائی کر سکے)

یہ قران سارے کا سارا کلام اللہ ہے۔اس کے الفاظ اپنی جگہ اٹل ہیں۔غیر متبدل ہیں۔اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔چنانچہ ان آیت مبارکہ میں،جہاں لا تبدیل کلمات اللہ کے الفاظ آئے ہیں،یعنی جو باتیں اللہ نے اس کتاب (القرآن)میں فرمادی ہیں،وہ اٹل ہیں،ہو کر رہیں گی۔۔۔۔۔میں اس سے سو فیصد متفق ہوں۔

قرآن کریم میں کلمات اللہ کے حوالے سے کچھ چند آیات۔۔

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَن تَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا [١٨:٢٧]

اور آپ وہ (کلام) پڑھ کر سنائیں جو آپ کے رب کی کتاب میں سے آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے، [طاہر القادری]

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ [٦:٣٣]

(اے حبیب!) بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ (بات) یقیناً آپ کو رنجیدہ کر رہی ہے کہ جو یہ لوگ کہتے ہیں، پس یہ آپ کو نہیں جھٹلا رہے لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) ظالم لوگ اللہ کی آیتوں سے ہی انکار کر رہے ہیں، [طاہر القادری]

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ [٦:٣٤]

اور بیشک آپ سے قبل (بھی بہت سے) رسول جھٹلائے گئے مگر انہوں نے جھٹلائے جانے اور اذیت پہنچائے جانے پر صبر کیا حتٰی کہ انہیں ہماری مدد آ پہنچی، اور اللہ کی باتوں (یعنی وعدوں کو) کوئی بدلنے والا نہیں، اور بیشک آپ کے پاس (تسکینِ قلب کے لیے) رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں، [طاہر القادری]

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ [٦:١١٤]

پھر جب حال یہ ہے تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں، حالانکہ اس نے پوری تفصیل کے ساتھ تمہاری طرف کتاب نازل کر دی ہے؟ اور جن لوگوں کو ہم نے (تم سے پہلے) کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمہارے رب ہی کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے لہٰذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو [ابو الاعلیٰ مودودی]

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [٦:١١٥]

تمہارے رب کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، کوئی اس کے فرامین کو تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے[ابوالاعلیٰ مودودی]

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّـهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٦٢) الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا
يَتَّقُونَ (٦٣) لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّـهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (٦٤)وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّـهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (٦٥)يونس

سُنو! جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، (62) ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع
نہیں ہے (63) دُنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے بشارت ہی بشارت ہے اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی
کامیابی ہے (64) اے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ تجھ پر بناتے ہیں وہ تجھے رنجیدہ نہ کریں، عزّت ساری کی ساری خدا کے اختیار میں ہے،
اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے مودودی صاحب۔۔

آپ آیات بالا پر غور وخوض فرمائیں۔۔ کیا کہا جارہا ہے۔۔ اللہ کریم اپنے رسول کی دل جوئی فرمارہے ہیں۔ انہیں حوصلہ دے رہے ہیں کہ تمہیں دکھی یا غمگین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ ہم نے اس قرآن میں کہا ہے، وہ اٹل ہے۔ ہو کر رہے گا۔ جب ہم کہہ رہے ہیں کہ کفار ناکام ہوں گے، تو ایسا ہی ہو گا۔ اگر ہم کہہ رہے ہیں، کہ مومنین کو اس دنیا اور آئندہ کی دنیا کی کامیابیاں اور سرفرازیاں ملیں گی، تو یہ بات بھی پوری ہو گی۔۔ کیونکہ ہم کوئی ایسی بات کرتے ہی نہیں ہیں جو پوری نہ کی جاسکیں۔۔

چنانچہ کلمات اللہ سے مراد، وہ سارے وعدے، پیشن گوئیاں، یقین دھانیاں اور راہنمائی ہے، جو اللہ کریم نے اس کتاب اللہ میں اپنے نبی ﷺ کو عطا فرمائیں، اور ان کی وساطت سے ہمیں ملیں۔۔

اب آتے ہیں سنت اللہ کی طرف۔ سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ سنت کسے کہتے ہیں۔ فرمایا

لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ [١٥:١٣]

یہ لوگ اِس (قرآن) پر ایمان نہیں لائیں گے اور بیشک پہلوں کی (یہی) روش گزر چکی ہے، [طاہر القادری

یہ ہی کیفیت تمہاری قوم کی ہے۔ یہ بھی اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور جو کچھ پہلے لوگ کرتے رہے ہیں، وہی کچھ یہ بھی کرتے رہیں گے۔ مفہوم القرآن از پرویزؒ

آیت بالا میں "سنت" کا درست مفہوم نکھر کے سامنے آجاتا ہے۔ یعنی جو روش ان کے آباواجداد کی تھی، وہ ہی روش ان لوگوں کی ہے۔۔ چنانچہ سنت اللہ سے مراد، قانون ہرگز نہیں ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے کہ اگر کسی عمل کو اللہ کریم نے اپنی سنت کہا ہے، تو اب وہ بطور قانون ہر جگہ، ہر لمحہ، نافذ العمل ہو گی۔

سنت اللہ سے مراد، کسی مخصوص معاملے میں اللہ کی روش، اللہ کا راستہ کہلائے گا، نہ کہ قانون۔۔

آیئے دیکھتے ہیں، قرآن کریم میں جہاں جہاں سنت اللہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، آیات کے سیاق و سباق میں ان کا کیا مفہوم متعین ہوتا ہے۔

وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا ۖ وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا-- سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا ۖ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا [١٧:٧٧]

اور یہ لوگ اس بات پر بھی تلے رہے ہیں کہ تمہارے قدم اِس سرزمین سے اکھاڑ دیں اور تمہیں یہاں سے نکال باہر کریں لیکن اگر یہ ایسا کریں گے تو تمہارے بعد یہ خود یہاں کچھ زیادہ دیر نہ ٹھیر سکیں گے (76) یہ ہمارا مستقل طریق کار ہے جو اُن سب رسولوں کے معاملے میں ہم نے برتا ہے جنہیں تم سے پہلے ہم نے بھیجا تھا، اور ہمارے طریق کار میں تم کوئی تغیر نہ پاؤ گے)

لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا (٦٠) مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا (٦١) سُنَّةَ اللَّـهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّـهِ تَبْدِيلًا -- [٣٣:٦٢]

اگر منافقین، اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے، اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں، اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کاروائی کرنے کے لیے تمہیں اُٹھا کھڑا کریں گے، پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے
(60) ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہو گی، جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بُری طرح مارے جائیں گے
(61) یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملے میں پہلے سے چلی آ رہی ہے، اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے
(62)

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا [٤٨:٢٢]سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا [٤٨:٢٣]

یہ کافر لوگ اگر اِس وقت تم سے لڑ گئے ہوتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے اور کوئی حامی و مدد گار نہ پاتے۔۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے [ابوالا علی مودودی]

اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا [٣٥:٤٣]

(انہوں نے) زمین میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھنا اور بری چالیں چلنا (اختیار کیا)، اور بُری چالیں اُسی چال چلنے والے کو ہی گھیر لیتی ہیں، سو یہ اگلے لوگوں کی رَوِشِ (عذاب) کے سوا (کسی اور چیز کے) منتظر نہیں ہیں۔ سو آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے، اور نہ ہی اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی پھرنا پائیں گے، [طاہر القادری]

فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ [٤٠:٨٤] فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ [٤٠:٨٥]

پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم اللہ پر ایمان لائے جو یکتا ہے اور ہم نے اُن (سب) کا انکار کر دیا جنہیں ہم اس کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے، پھر اُن کا ایمان لانا اُن کے کچھ کام نہ آیا جبکہ انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا تھا، اللہ کا (یہی) دستور ہے جو اُس کے بندوں میں گزرتا چلا آرہا ہے اور اس مقام پر کافروں نے (ہمیشہ) سخت نقصان اٹھایا، [طاہر القادری]

دوستو۔۔ بار بار ان آیات بالا کو پڑھیں۔ اس پر غور فرمائیں۔ ایک ایسا عمل ہے جس کے تناظر میں یہ آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں۔۔ اور وہ عمل ہے، کسی بھی نبی کی قوم کا، اپنے نبی کی باتوں کو جھٹلانا۔ اپنے نبی کو ایذا پہنچانا۔ اپنے نبی سے انکار کرنا۔

دوبارہ غور فرمائیں۔۔ یہ ساری آیات صرف اور صرف اس مخصوص عمل کے حوالے سے نازل ہوئی ہیں۔۔ اور اس مخصوص عمل کے حوالے سے اللہ کریم نے اپنی مخصوص روش کا ذکر کیا ہے۔ کہ کسی بھی خطہ زمین میں، جب بھی وھاں کے لوگوں نے اللہ کے نبی کے ساتھ ایسا کیا، جو ان کی سابقہ اقوام کرتی تھی۔ یعنی نبی کی تضحیک، نبی کا انکار، نبی کو ایذا پہنچانا، وغیرہ، تو اللہ کریم نے اس قوم کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔۔

کہا کہ یہ ہماری روش شروع سے چلی آرہی ہے۔ اب اگر تمہاری قوم نے بھی یہ کچھ کیا، تو ان کے حوالے سے بھی ہماری وہی سنت جاری و ساری ہے۔۔ یہ بھی برباد ہو جائیں گے۔ تم غم نہ کرو۔ تم پہلے نبی نہیں ہو، جس کے ساتھ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔۔

سوائے اس مخصوص "جرم" کے، جو اقوام کرتی رہی تھیں، اور اس کے نتیجہ میں وہ قومیں برباد کر دی جاتی تھیں ۔۔ اللہ کریم نے کسی اور عمل کو اپنی سنت نہیں کہا۔

قوانین خداوندی۔۔

جہاں تک قوانین خداوندی کا تعلق ہے، اس کے حوالے سے تو قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ ہی کافی تھی، اس آیت مبارکہ کو مسلسل اور مستقل بیان کیا جاتا رہا۔۔

أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ -- یقیناً اللہ نے ہر شئے کا ایک پیمانہ مقرر فرمادیا ہے۔

قرآن کریم میں تقریباً 2573 ، بار اس آیت مبارکہ کو بتکرار بیان کیا گیا ہے۔ جہاں جہاں یہ آیت مبارکہ آئی ہے، وہاں وہاں، بیان ہونے والی بات " قانون خداوندی " ہے۔ جو اٹل ہے، غیر متبدل ہے۔ چند ایک پیش خدمت ہیں۔

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [٣:١٦٥]

کیا جب تمہیں ایک مصیبت آپہنچی حالانکہ تم اس سے دو چند (دشمن کو) پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آپڑی؟ فرمادیں: یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے ہے بیشک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے، [طاہر القادری]

آیت مذکورہ اس قانون کو بیان کرتی ہے کہ انسان پر آنے والی کوئی بھی مشکل یا مصیبت، ایسے ہی نہیں آجاتی بلکہ یہ اس کے اپنے عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔۔

مزید فرمایا۔

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ ۖ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [٢٤:٤٥]

اور اللہ نے ہر چلنے پھرنے والے (جاندار) کی پیدائش (کی کیمیائی ابتداء) پانی سے فرمائی، پھر ان میں سے بعض وہ ہوئے جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہوئے جو دو پاؤں پر چلتے ہیں، اور ان میں سے بعض وہ ہوئے جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں، اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا رہتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے، [طاہر القادری]

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۚ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [۳۵:۱]

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے، (ایسے فرشتے) جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے [ابوالاعلی مودودی]

إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [۹:۳۹]

اگر تم (جہاد کے لئے) نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا اور تمہاری جگہ (کسی) اور قوم کو لے آئے گا اور تم اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے، اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھتا ہے، [طاہر القادری]

لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [۵۷:۲]

زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک وہی ہے، زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے [ابوالاعلی مودودی]

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [۸:۴۱]

اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رسول کے قرابتدار، ایتام، مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لئے ہے اگر تمہارا ایمان اللہ پر ہے اور اس نصرت پر ہے جو ہم نے اپنے بندے پر حق و باطل کے فیصلہ کے دن جب دو جماعتیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں نازل کی تھی اور اللہ ہر شے پر قادر ہے [سید ذیشان حیدر جوادی]

لِّلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [۲:۲۸۴]

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لئے ہے، وہ باتیں جو تمہارے دلوں میں ہیں خواہ انہیں ظاہر کرو یا انہیں چھپاؤ اللہ

تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، اور اللہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے،

[طاہر القادری]

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [٣:٢٦]

کہو! خدایا! مُلک کے مالک! تو جسے چاہے، حکومت دے اور جسے چاہے، چھین لے جسے چاہے، عزت بخشے اور جس کو چاہے، ذلیل کر دے بھلائی تیرے اختیار میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے [ابوالاعلیٰ مودودی]

آیت بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ اقتدار، عزت، ذلت یہ سب کچھ اللہ کے قانون مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے ہر شئے کا قانون مقرر کیا ہوا ہے۔

یوں تو لکھنے بیٹھوں تو صفحے کے صفحے، بھرے جاسکتے ہیں۔ مختصر بات صرف اتنی ہے کہ قانون خداوندی، اور سنت اللہ میں لطیف سے فرق ہے، جسے ہمارے دوست سمجھ نہیں رہے۔

پیدائش مسیح علیہ سلام کے حوالے سے، یہ سوال بہت اہم ہے کہ کیا انسان کی تخلیق، صرف اور صرف ایک مرد اور عورت کے اختلاط سے ہی ہو سکتی ہے۔۔ کیا اللہ کریم نے کہیں بھی انسان کی پیدائش کے حوالے سے یہ کہا ہے کہ بغیر مرد اور عورت کے جسمانی اختلاط کے، بچہ نہیں ہو گا، یہ میری سنت ہے۔۔ کیا کہیں یہ کہا ہے کہ بغیر عورت اور مرد کے جسمانی تعلقات کے، بچہ نہیں ہو سکتا، یہ میرا قانون ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ ہی وہ سوال تھا، جو میں نے ابتداء میں پیش کیا تھا۔ لیکن افسوس کہ۔۔۔۔۔

نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔۔

سلامت رہیں۔

(إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون)